وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً (المؤمنون: ۲۱)

اسلام میں حیوانات کے احکام

حیوانات کے موضوع پر دلچسپ، منفرد اور جداگانہ اسلوب میں ایک تحقیقی کتاب جسے حیوانات کا مختصر انسائیکلوپیڈیا کہنا بھی صحیح ہے۔

مؤلف
مولانا پروفیسر محمد یوسف خان صاحب

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً (المؤمنون: ۲۱)

اسلام میں حیوانات کے احکام

حیوانات کے موضوع پر دِلچسپ، مُنفرد اور جُداگانہ اسلوب میں ایک تحقیقی کتاب جسے حیوانات کا مختصر انسائیکلوپیڈیا کہنا بھی صحیح ہے۔

حضرت مولانا پروفیسر محمد یوسف خان صاحب

بیتُ العُلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب — اسلام میں حیوانات کے احکام

مولف — حضرت مولانا پروفیسر محمد یوسف خان صاحب

باہتمام — محمد ناظم اشرف

ناشر — بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور

فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور — بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور — ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی — مکتبہ دار العلوم = جامعہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

دار الاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱ — مکتبہ القرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی

[illegible] القرآن [illegible] اردو بازار کراچی نمبر ۱ — مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

پیش لفظ

زندگی کا سفر تلاطم خیز موجوں سے لڑتا بھڑتا اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک خلاقِ عالم کا امرِ حیات اس کی طرف متوجہ رہتا ہے اور جوں ہی امرِ ممات کسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی شمعِ حیات کو گل ہونے میں کوئی طویل عرصہ یا دورانیہ درکار نہیں ہوتا اور آناً فاناً انسان ''کہیں سے کہیں'' پہنچ جاتا ہے۔

☆☆☆

زندگی کے اس سفر میں ہر انسان کو تلخ و شیریں ہر طرح کے تجربات ہوتے ہیں، مشاہدات سے آگاہی ہوتی ہے اور شخصیات سے واقفیت ہوتی ہے، کسی کی شخصیت میں اتنی جاذبیت ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ ملاقات کے بعد دوسری ملاقات کی تمنا انسان کے دل میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اور کسی کی شخصیت سے پہلی ہی ملاقات میں انسان سیر ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

اپنا مافی الضمیر یوں تو ہر انسان بیان کرتا ہے اور اس کے لئے وہ مختلف طریقے استعمال کرتا ہے لیکن زمانہء قدیم سے تا حال اس شخص کے کلام میں انسانیت نے ہمیشہ جاذبیت محسوس کی جو اپنے مافی الضمیر کو اپنے مخاطب کے ضمیر اور قلب و جگر میں اس طرح اتار دے کہ مخاطب کو دلی تمنا پیدا ہو جائے کہ متکلم بولتا رہے اور میں سنتا رہوں۔

☆☆☆

ان ابتدائی بے ربط سطور کے بعد ''جن کا ربط پڑھنے والے پر شاید بعد میں واضح ہو سکے'' صاحبِ کتاب کا ایک مروجہ تعارف پیش کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ عام طور پر ''اللہ تعالیٰ صاحبِ کتاب کی عمر میں برکتیں نصیب فرمائے'' شخصیات کا تعارف دنیا سے چلے جانے کے بعد دنیا اور اہل دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جب کہ استفادہ کی بالمشافہ صورت پر عمل کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں رہتا۔

☆☆☆

صاحب کتاب کا نام نامی اسم گرامی ''محمد یوسف خان'' ہے، آپ کا سلسلہء نسب کچھ اس طرح ہے، محمد یوسف خان ولد محمد اجمل خان ولد محمود ولد محمد حسین۔

آپ کی تاریخ پیدائش انگریزی حساب کے مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۵۷ء ہے اور لاہور کو آپ کی جائے پیدائش ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆☆☆

آپ کے والد صاحب کا پیشہ ورانہ طور پر ایک سرکاری محکمہ میں اکاؤنٹ افسر کے عہدے سے تعلق تھا اور آپ کے والد صاحب تبلیغی جماعت کے حلقوں میں اچھے خاصے معروف و مشہور تھے اور عام طور پر آپ کو ''بھائی اجمل'' کے نام سے شناخت کیا جاتا تھا، تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو ''مرکز'' کے تمام بڑے بزرگ ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

جوانی میں آپ کے والد صاحب کا تعلق جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہٗ کے ساتھ بھی بہت گہرا رہا جس کا اثر سعادت مند بیٹے پر ہونا ضروری تھا اور آپ کے والد صاحب اصلاحی تعلقات کے سلسلے میں تبلیغی جماعت کے بڑے مشہور بزرگ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، جس دن انہوں نے اپنے آپ کو اس سعادت سے بہرہ مند کیا، اپنی اہلیہ محترمہ اور سعادت مند بیٹے کو بھی اپنے ساتھ اس میں شامل ہونے کا موقع فراہم کیا، اسی طرح آپ کے والد صاحب نے ۱۹۵۷ء میں کئی ممالک کا سفر بھی فرمایا تھا۔

آپ کا سلسلہء نسب چشتی خاندان کے ایک مشہور بزرگ بابا عبداللہ سے جا کر ملتا ہے جو بابا خاکی کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔

☆☆☆

قدرت کو جس سے کام لینا ہوتا ہے، ابتداءِ آفرینش ہی سے اس کی مکمل دیکھ بھال بھی وہ اپنی خاص نگرانی کے تحت کرتی ہے جسے بعض اوقات باطنی فراست سے معمور افراد شناخت بھی کر لیتے ہیں کیونکہ جیسے جوھری جوھر شناس ہوتا ہے اسی طرح صاحبِ باطن

آدمی باطن شناس ہوتا ہے۔

بہر کیف چونکہ قدرت کو آپ سے دین کی عظیم الشان خدمات لینا تھیں اس لئے آپ کو غیر معمولی حافظہ کی قوت سے نوازا گیا اور آپ ۹ برس کی چھوٹی سی عمر میں قرآن کریم کے تیس پارے، ایک سو چودہ سورتیں، سات منزلیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات مبارکہ اپنے سینے میں محفوظ کر چکے تھے۔

حفظِ قرآن کریم کی یہ ازلی سعادت جو آپ کے لئے مقدر ہو چکی تھی، آپ کو مدرسہ کاشف العلوم سابق مرکز تبلیغی جماعت مسجد بلال پارک لاہور میں حاصل ہوئی اور آپ کو محترم جناب حافظ محمد عثمان صاحب سے اس سلسلے میں شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔

☆☆☆

قرآن کریم کو قواعد تجوید کا لحاظ کر کے پڑھنے سے جہاں قرآن کریم کا حسن دوبالا ہوتا ہے وہیں سننے والے بھی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اگر صورت بھی ''یوسف'' کی ہو اور سیرت بھی ''یوسف'' کی تو سونے پر سہاگہ بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ''نور علی نور'' کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ باضابطہ طور پر آپ نے علم تجوید کے حصول کے لئے استاذ القراء شیخ محمود محمد عبداللہ المصری سے استفادہ کیا اور سند کمال سے متصف ہوئے۔

☆☆☆

درس نظامی کے نام سے برصغیر پاک و ہند میں جو نصابی سرگرمیاں جاری ہیں، اگر کامل توجہ اور مکمل احتیاط و انبساط کے ساتھ انسان اسے پڑھ لے تو اس کے مضبوط اور جید عالم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا، ہمارے استاذِ محترم نے درس نظامی کی ابتداء لاہور کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ سے کی، اور درجہ رابعہ تک آپ یہیں زیر تعلیم رہے۔

اسی زمانے میں معقولات کی مہارتِ تامہ کے لئے حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ایک سند تھا جو اس وقت ملتان کے ایک مشہور مدرسہ قاسم العلوم میں مسند تدریس پر رونق افروز تھے، آپ کے دل میں بھی ان سے معقولات پڑھنے کا شوق

پیدا ہوا لیکن مشکل یہ تھی کہ آپ کی عمر چھوٹی تھی اور آپ کو اکیلا ملتان میں چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ آپ کے والد صاحب کا تبادلہ ملتان کر دیا گیا اور یوں آپ مدرسہ قاسم العلوم میں داخل ہو گئے لیکن قدرت کو آپ کا امتحان لینا مقصود تھا اس لئے جس سال آپ نے قاسم العلوم میں داخلہ لیا، اسی سال مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ اشرفیہ میں شیخ ترمذی کے منصب جلیل پر مقرر کر دیا گیا اور وہ وہاں تشریف لے گئے۔

بادل نخواستہ آپ نے موقوف علیہ تک کی تعلیم یہیں حاصل کی اور دورۂ حدیث کے لئے عازم لاہور ہوئے اور ۱۹۷۴ء میں جامعہ اشرفیہ سے سند فراغت حاصل کی۔

☆☆☆

انسان کے لئے جہاں یہ بات ''اعزاز'' سمجھی جاتی ہے کہ جس مادر علمی سے اس نے اپنی علمی تشنگی بجھائی ہو، اسی میں تدریسی خدمات کے لئے اسے قبول کر لیا جائے، وہیں اکابر کی طرف سے اس پر ''اعتماد'' کی دلیل بھی، چنانچہ آپ کو یہ اعزاز اور اعتماد دونوں حاصل ہیں اور آپ فراغت کے پہلے سال سے اب تک ۳۱ سال کا طویل عرصہ اپنی مادر علمی کی خدمات کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں اور مختلف کتبِ فنون کے ساتھ ساتھ اب شمائل ترمذی کا درس مستقل طور پر اور جامع ترمذی جلد ثانی کے ایک منتخب حصہ کا درس آپ ہی سے وابستہ ہے۔

☆☆☆

دور حاضر میں عصری تعلیم کی اہمیت جس قدر بڑھ گئی ہے اس سے پہلے اس کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی اسی لئے علماء کرام کا عصری علوم پر عبور اور مہارت حاصل کرنا بھی وقت کا ایک تقاضا اور چیلنج بن گیا ہے، اسی ضرورت کی تکمیل نے آپ کو عصری علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ کیا اور آپ نے میٹرک اور ایف اے کا امتحان لاہور بورڈ سے پاس کیا جب کہ بی اے اور ایم اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا، اس کے بعد مختلف اداروں سے

آپ نے ۲۲ کے قریب ڈپلومے کیے جن میں سے بعض کا تعلق انتہائی حساس موضوعات کے ساتھ تھا۔

☆☆☆

انسان جتنا بڑا ہوتا ہے اس کی ذمہ داریاں بھی اتنی ہی بڑی ہوتی ہیں اور جتنا انسان چھوٹا ہوتا ہے اس کی ذمہ داریاں بھی اتنی ہی چھوٹی ہوتی ہیں بھلا کسی انسان کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ ایک آدمی گورنمنٹ شالیمار کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر بھی ہو اور ماہنامہ الحسن کا مستقل لکھاری بھی ہو، جامعہ اشرفیہ میں بھی تدریسی شعبے سے وابستگی ہو اور مدرسۃ الفیصل کی تدریس اور انتظامی امور سے بھی مکمل تعلق ہو، بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ ایک ہی آدمی شعبہء خطابت سے بھی وابستہ ہو اور میڈیا (ریڈیو) سے ۲۷ سال کی طویل وابستگی کے ذریعے دین و ایمان کا پرچار بھی کر رہا ہو، وفاق المدارس میں انتہائی اہم عہدے پر بھی فائز ہو اور اہل خانہ کے حقوق بھی اس کے لئے دیگر تمام مصروفیات کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اہمیت کے حامل ہوں، یقیناً ان شعبوں کے تصور ہی سے عقل چکر میں آجاتی ہے لیکن زیر تذکرہ ہمارے استاذِ محترم ان تمام ذمہ داریوں سے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود نہایت احسن طریق پر عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے چار مختلف طریقے بیان اور اختیار فرمائے ہیں کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرما دیں، کسی کو صرف بیٹے، کسی کو صرف بیٹیاں اور کسی کو کچھ بھی نہیں ملتا، اسے اگر امتحان کی بجائے ''رفع درجات'' کا ذریعہ قرار دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، قدرت نے آپ سے ایک امتحان یہ بھی لیا کہ آپ کو اولادِ نرینہ کی بجائے تین بچیوں کی دولت سے ہی سرفراز فرمایا اور ہم ظاہر بینوں کو ان کی زندگی میں یہ ایک کمی محسوس ہوتی ہے لیکن رب الارباب صبر بھی دیتا ہے اور اجر بھی۔

☆☆☆

گو کہ غیر شادی شدہ آدمی آزاد اور اپنی مرضی کا ہوتا ہے تاہم مرحلہء تزویج سے

گزرنا اور اس سے عمدہ طریقے پر عہدہ برآ ہونا بھی کارِ مرداں یا زیادہ صحیح الفاظ میں ''سنت انبیاء کرام علیہم السلام'' ہے اور یہیں سے عقل انسانی میں کمال اور پختگی کی نشو ونما ہوتی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض نکاح اس اعتبار سے یادگار ہوتے ہیں کہ نکاح پڑھانے والا بھی ایک بزرگ اور بزرگوں سے انتساب رکھنے والا شخص ہو اور جس کا نکاح ہو رہا ہے اس کی بھی علمی اور عوامی شخصیت پرکشش ہو، اس حقیقت کو اب زیر تذکرہ واقعہ پر خود ہی منطبق کر کے دیکھ لیا جائے کہ حضرت کو فروری ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے ایک عظیم علمی خانوادے کی نورچشم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا اور یہ ذمہ داری (نکاح خوانی) حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ادا فرمائی تو یہ کتنا یادگار واقعہ ہوگا؟

☆☆☆

درس نظامی کی اہمیت اور حیثیت اپنی جگہ مسلم لیکن خانقاہی نظامِ تعلیم و تربیت سے انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی چشم پوشی۔ اس کے ذریعے جوہر شناس صاحب باطن اولیاء اللہ جب کسی بصیرت کی دولت سے مالا مال ہیرے کی کانٹ چھانٹ کرتے ہیں تو اس کی صلاحیتیں مزید نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

یہ کوچہ بھی حضرت نے دیکھا ہے اور بچپن سے لے کر اس میں اتنی شناسائی پیدا کی ہے کہ قطب طریقت، رہبر شریعت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے آپ کو ''خلافت'' کی چادر بھی پہنا دی اور اپنی طرف سے مجاز بیعت ہونے کا شرف بھی عطا فرمایا کیونکہ اس ہیرے کی پالش بابا نجم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت پہلے کر چکے تھے۔

☆☆☆

اگر کسی بچے کا نام کسی بڑی شخصیت کے نام پر رکھا جائے اور وہ اس نام پر آنچ نہ آنے دے اور اپنے اخلاق، کردار اور گفتار کے ذریعے ہر طرح اپنے آپ کو اس نام کی لاج رکھنے کی کوشش میں مصروف رکھے تو اسے ''اسم بامسمی'' کہا جاتا ہے، میں تو اپنے

حضرت کو اسی رنگ میں دیکھتا ہوں اور جو بھی دیکھے گا اس سے بڑھ کر تو پا سکتا ہے، کم انشاء اللہ کسی طرح نہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر دراز ارزانی فرمائے اور ہمیں ان سے خوب خوب استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

خاکپائے حضرت اقدس
محمد ظفر

﴿عرضِ مؤلف﴾

مختلف ادیان وملل میں سے دین اسلام ہی واحد ایسا دین ہے جسے کامل اور مکمل کہنا صحیح ہے، اسی نے انسان اور انسانیت سے متعلق ہر کائناتی شعبہ میں اپنے پیروکاروں کو ایسی رہنمائی عطا کی جس نے تفکر و تدبر کے نئے سے نئے گوشوں کو متعارف کروایا، اس نے اگر جامعیت کا دعوی کیا تو اس دعوی کے ایسے بھرپور دلائل مہیا کئے جو اپنی جگہ محکم ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابل تردید بھی تھے۔

☆☆☆

کائناتی شعبوں میں انسان سے متعلق اور وابستہ ایک شعبہ ''حیوانات'' کا بھی ہے جس میں انسانوں کے لئے مختلف دروسِ عبرت کا پنہاں ہونا خود قرآن کریم سے ثابت ہے نیز ان کے حقوق واحکام کو بھی قرآن وحدیث میں انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مثلاً یہ کہ انسان کے لئے کون سے جانور کھانا حلال ہیں اور کون سے حرام؟ اس سلسلے میں شریعت نے اپنے پیروکاروں کو بڑے واضح اصول عطاء کئے ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں جانوروں کے مختلف منافع اور فوائد کا ذکر کیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں ان منافع کے حصول کے لئے مختلف آداب ذکر کئے گئے، چنانچہ اگر ان منافع وفوائد کے حصول میں حیوانات کے لئے ایذاء اور تکلیف کے پہلو سامنے آرہے ہوں تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کے لئے بھی ''رحمت'' ہونے کی عظیم مثالیں قائم فرمائیں، حلال جانوروں کا گوشت ذبح یا شکار کے ذریعے استعمال کرنے کے ہر زاویئے کے آداب واحکام عطاء کئے، پھر قربانی اور عقیقہ کے ضمن میں ذبح حیوان کے واجب یا سنت ہونے کے دونوں پہلو واضح کئے، جانوروں کو پالنے کے آداب سکھائے اور جب انسان جانوروں کے ذریعے صاحبِ ثروت شمار ہونے لگے تو ان میں زکوۃ کو فرض قرار دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی واضح تفصیلات وتعلیمات عطاء فرمائیں۔

☆☆☆

انسان کی طبیعت میں تنوع اور تلوّن ہمیشہ ہی رہا ہے، جب یہی جذبات حیوانات سے متعلق ہوتے ہیں تو انسان مختلف جانوروں کی ریس اور جانوروں کو آپس میں لڑا کر تفریح طبع کا سامان مہیا کرنے کی طرف مائل ہونے لگتا ہے، اسی تفریح سے جانوروں کے ذریعے قمار بازی کا عنصر سامنے آتا ہے، شریعت کی باریک بین نگاہوں سے یہ گوشے بھی مخفی نہ رہے اور اس نے اس سلسلے میں بھی واضح احکامات عطاء فرمائے۔

☆☆☆

حضور نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ چونکہ رحمۃ للعلمین ہیں، اس لئے آپ نے عالمِ حیوانات کی قدر و منزلت انسان کو اس قدر سکھائی کہ حیوانات نے آپ ﷺ سے کلام کیا، آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور اس طرح آپ کے بہت سے معجزات حیوانات سے متعلق ظاہر ہوئے۔

☆☆☆

حیوانات سے متعلق مطالعہ کے یہ مختلف رخ جب سامنے آئے اور کتابوں کی ورق گردانی شروع ہوئی تو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر رسالہ ''ارشاد الہائم فی حقوق البہائم'' بھی نظروں سے گزرا جس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جانوروں کے حقوق سے متعلق چالیس احادیث جمع فرمائی ہیں، اس کے بعد ان کا ترجمہ اور مختصر تشریح بھی کتاب کی زینت ہے تاہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود بھی اس کے اختصار کا اندازہ تھا اس لئے مقدمہ میں تحریر فرما دیا

''اگر کوئی صاحب اضافہ فرما دیں تو موجب اجر ہے۔''

اسی طرح اس کتاب کی آخری سطر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر کسی کو تفصیل کی توفیق ہو تو زیادہ نفع کی امید ہے۔''

یقیناً راقم الحروف کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دعاؤں کی تائید غیبی تھی کہ یہ چند صفحات مرتب ہو سکے۔

☆☆☆

اسی اثناء میں راقم الحروف کے جد امجد (والد صاحب کے چچا) پروفیسر ڈاکٹر حامد خان بھٹی ''جو کہ ایف۔سی کالج میں شعبہء حیوانیات کے صدر تھے، بعدازاں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ حیوانیات کے بھی صدر رہے اور کئی کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں'' نے بھی احقر کو اس موضوع کی طرف توجہ دلائی کہ اسلامی تعلیمات میں حیوانات سے متعلق جو احکام ہیں انہیں مرتب کر دیا جائے تو عملی زندگی میں جانوروں سے متعلق مکمل اسلامی رہنمائی وسیع ہو سکے گی چنانچہ احقر نے دعاؤں اور تمناؤں کے سائے میں مذکورہ نہج پر اس کتاب کو مرتب کیا ہے جس میں ایک مقدمہ اور پندرہ ابواب ہیں جیسا کہ عنقریب تفصیلات آرہی ہیں۔

☆☆☆

اس کتاب کو قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچانے کے لئے کسی بھی طرح تعاون کرنے والے ہر ہر فرد کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے، خصوصاً ان تمام کتابوں کے مؤلفین و مصنفین جن کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، نیز ناشر محترم مولانا محمد ناظم اشرف سلمہ، ان تمام دعواتِ صالحہ میں سے یقیناً حصہ پائیں گے جو اس کتاب کے کسی بھی قاری کے دل سے نکلیں گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع اور مقبول فرمائیں۔آمین

محمد یوسف خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

خلاق عالم کی تخلیق کا سب سے بڑا شاہکار تو اگرچہ ''انسان'' ہے لیکن اس کی خلاقی اور صناعی پر اس وقت بھی عقل انسانی داد دیئے بغیر نہیں رہ پاتی، جب وہ مختلف جاندار اشیاء پر مختلف زاویوں سے غور وفکر کرتی ہے اور اس کے سامنے حکمتوں اور منفعتوں سے بھرپور نئے سے نئے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں اور جب اس کے سامنے ایک ہی جاندار میں دو متضاد خوبیوں کے پائے جانے کا انکشاف ہوتا ہے تو وہ عش عش کر اٹھتی ہے۔

چنانچہ عقل انسانی کی حیرت اس وقت سوا ہو جاتی ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ جس سانپ کا ڈنک اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اس کا ڈسا ہوا پانی مانگے بغیر ہی مر جاتا ہے، اسی سانپ میں خلاق عالم نے اس کا تریاق بھی رکھ چھوڑا ہے۔ انسان اس وقت انگشت بدنداں رہ جاتا ہے جب اسے پتہ چلتا ہے کہ بظاہر سادگی میں ضرب المثل اونٹ اگر بدک جائے تو شیر سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔

☆......☆......☆

اس کائنات میں ''جانوروں کے حقوق'' سے متعلق تفصیلات جس مذہب نے سب سے پہلے فراہم کیں وہ اسلام ہے، جس شخصیت نے ان کا پرچار اور عملی نمونہ پیش کیا، اس کا نام نامی اسم سامی جناب محمد رسول ﷺ ہے، جن تحریرات نے انہیں ہم تک بحفاظت تمام پہنچایا ان کا نام قرآن وحدیث ہے۔ اس لیے مسلمان اس پر بجا طور پر شکر کر سکتے ہیں کہ جہاں اور بہت سے معاملات میں اولیت اور اولویت کا حق انہیں حاصل ہے، وہیں اس معاملہ میں بھی یہ اعزاز ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں۔

☆......☆......☆

قبل ازیں کہ ہم کتاب کا آغاز کریں، حیات وعلامات حیات کا تعارف ضروری

ہے تا کہ اس سے ذی حیات کو سمجھنا آسان ہو جائے اور جب ذی حیات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا تو ''حیوان'' کی تعریف بھی واضح ہو جائے گی۔ سو اس سلسلے میں یہ بات تو واضح ہے کہ حیات کا لفظی معنی ''زندگی اور جان'' ہے اور جس میں زندگی کی ذرہ سی بھی رمق موجود ہو، اسے ذی حیات یا حیوان کہا جاتا ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حیات ''جس کے ذریعے جسم کی بقاء اور اس سے انتفاع ممکن ہوتا ہے'' کوئی مادی چیز نہیں جسے دکھا کر کہا جا سکے کہ یہ ہے ''حیات'' اور جاندار اشیاء کو بے جان اشیاء سے ممتاز کرنے کے لئے ہمیں کچھ علامات سے مدد لینی پڑتی ہے وہ علامات جن اشیاء میں پائی جائیں انہیں جاندار اور ذی حیات تصور کیا جاتا ہے، خواہ ہم اسے بے جان ہی خیال کرتے ہوں اور جن اشیاء میں وہ علامات موجود نہ ہوں انہیں بے جان قرار دیا جاتا ہے گو کہ ہم انہیں جاندار خیال کرتے ہیں، وہ علامات حسب ذیل ہیں۔

(۱) پروٹوپلازم (Protoplasam)

تمام جانداروں میں ایک اہم ترین مادہ ہوتا ہے جسے پروٹوپلازم کہتے ہیں۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ پروٹوپلازم کے بغیر زندگی ناممکن ہے۔ جن اجسام میں پروٹوپلازم پایا جاتا ہے، انہیں جاندار کہتے ہیں اور جن میں یہ مادہ نہیں ہوتا وہ بے جان کہلاتے ہیں۔ پروٹوپلازم زندگی کی طبعی اساس ہے۔ طبعی طور پر یہ نیم مائع شفاف شئے ہے لیکن کیمیائی طور پر نیوکلی اک ایسڈ (Nucleic Acid) پروٹین اور دوسرے پیچیدہ مرکبات سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ پروٹوپلازم بہت حساس ہوتا ہے، روشنی، درجہ حرارت اور کیمیائی اشیاء سے متاثر ہوتا ہے۔

(۲) تولید (Reproduction)

ہر جاندار میں اپنی نسل کو برقرار رکھنے اور اس میں اضافہ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، عمل تولید کے ذریعہ وہ اپنے جیسے جاندار پیدا کر سکتا ہے۔ یہ صلاحیت کسی چیز کے زندہ ہونے کی نہایت اہم علامت ہے۔

(۳) نشو ونما (Growth)

تمام جانداروں میں قوت نمو ہوتی ہے، وہ پیدائش کے وقت تو اگر چہ چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں لیکن غذا کو اپنا جزو بدن بنا کر جسامت بڑھاتے ہیں اور وہ اس طرح کہ غذا کے مختلف اجزا میں کیمیائی تبدیلیاں لا کر انہیں اپنے جسم میں شامل کرتے ہیں۔

(۴) نیوٹریشن (Nutrition)

زندہ چیزوں کو اپنی زندگی برقرار رکھنے کیلئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ زندگی سے محروم اشیاء میں نہ تو کام کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور نہ انہیں غذا درکار ہوتی ہے۔

(۵) ریسپریشن (Respiration)

حیات کی ایک اہم علامت سانس لینا ہے، تمام جاندار ہر وقت سانس لیتے رہتے ہیں یعنی آکسیجن (Oxygen) ان کے جسم کے اندر داخل ہوتی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ (Carbon Dioxide) خارج ہوتی ہے۔ اس عمل سے غذا کی آکسیڈیشن (Oxidation) ہوتی ہے جس سے کیمیائی توانائی حرکی توانائی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ عمل ختم ہوتے ہی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

(۶) میٹابولزم (Metabolism)

ہر جاندار کے جسم میں تعمیری اور تخریبی عوامل ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ تعمیری عمل (Anabolism) میں پروٹوپلازم بنتا ہے اور تخریبی عمل (Katabolism) میں پروٹوپلازم ٹوٹتا پھوٹتا رہتا ہے اور توانائی پیدا ہوتی ہے۔ ان عوامل کو مجموعی طور پر میٹابولزم کہتے ہیں جو ہر جاندار کے دورِ حیات میں ہر وقت جاری رہتا ہے۔

(۷) عمل اخراج (Excretion)

آکسیڈیشن کے دوران توانائی پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ فضلات اور دوسرے زہریلے مادے بھی پیدا ہوتے ہیں جن کا اخراج زندگی برقرار رکھنے کیلئے بہت ضروری ہے

لہٰذا عمل اخراج بھی زندگی کی اہم علامت ہے۔

(۸) حرکت اور قوت حس (Movement and Irritability)

حرکت اور حس حیات کی علامت ہیں۔تمام جاندار کم وبیش حرکت کرتے ہیں، جو عموماً خود اختیار ہوتی ہے۔اندرونی اور بیرونی محرکات سے متاثر ہو کر تمام جاندار رد عمل کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام

اس تفصیل سے معلوم ہوا ہے کہ ہر وہ جسم جس میں پروٹو پلازم، تولید، نشوونما، نیوٹریشن، میٹابولزم، عمل اخراج اور حرکت و قوت حس کی علامات موجود ہوں، وہ زندہ کہلائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ اس جسم میں حیات موجود ہے۔

حیات کی ابتداء

انسانی ذہن ہمیشہ یہ سوچتا رہا ہے کہ حیات یا زندگی کب اور کیسے وجود میں آئی؟ ہر دور میں اس وقت کی تحقیقات اور معلومات کو مدنظر رکھ کر اس کا جواب دیا جاتا رہا۔
حیات کے ظاہر ہونے کے بارے مختلف نظریات پیش کیے گئے جن میں سے دو نظریے بنیادی ہیں۔

(۱) اے بائی اوجینس (۲) بائی اوجینس

(۱) اے بائی اوجینس (Abiogenesis)

اس نظریہ کے مطابق حیات بے جان اشیاء کے ملاپ سے از خود ظہور میں آتی ہے۔ارسطو کے زمانہ سے لے کر گزشتہ صدی کے وسط تک اکثر لوگ اسی نظریہ کے قائل رہے ہیں، خاص کر ان جانوروں کے بارے جن کے عمل تولید سے وہ ناواقف تھے۔ارسطو کا خیال تھا کہ بعض جاندار ایسے بھی ہیں جو بے جان چیزوں سے وجود میں آتے ہیں۔

ارسطو اپنی مشہور کتاب ہسٹوریا اینمالیم (Historia Animalium|) میں **لکھتا ہے۔**

''یوں تو مچھلیوں کے بچے عموماً انڈوں سے نکلتے ہیں لیکن بعض مچھلیاں ایسی بھی ہیں جو کیچڑ سے بنتی ہیں۔''

اسی طرح ارسطو نے بعض کیڑے مکوڑوں کے بارے بھی یہی لکھا ہے کہ وہ ازخود جاندار چیزوں سے وجود میں آتے ہیں۔

ارسطو کے بعد دو ہزار سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصہ تک لوگوں کی اکثریت ارسطو کے خیالات اپناتی رہی تاہم کبھی کبھی اس کی مخالفت بھی کی جاتی تھی۔

(۲) بائی او جینس (Biogenesis)

اس نظریہ کی رو سے تمام جاندار دوسرے جاندار ہی سے وجود میں آتے ہیں۔ اس کو حیات از حیات کا نظریہ بھی کہتے ہیں اور یہ نظریہ اے بائی او جینس کا بالکل الٹ ہے۔

اٹلی کے ایک نامور سائنسدان ریڈی (Redi) نامی نے سترھویں صدی میں تجربات کے ذریعے ثابت کیا کہ جاندار غیر جاندار مادہ سے کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

ریڈی کے ایک ہم وطن سائنسدان سپلانزنی (Spallanzani) نے ایک سو سال بعد کچھ اور تجربات کیے اور لوگوں کو بتایا کہ ارسطو کا یہ خیال غلط ہے کہ بعض جاندار بغیر عمل تولید بے جان اشیاء کے ملاپ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

ریڈی اور سپلانزنی کے واضح تجربات اور مشاہدات کے باوجود لوگوں کی اکثریت ارسطو کی ہم خیال رہی۔ یہاں تک کہ گزشتہ صدی کے وسط میں فرانس کے مشہور سائنسدان لوئی پاسچر (Louis Pasteur) نے اپنے تجربات کے ذریعے ہمیشہ کیلئے ثابت کر دیا کہ حیات وجود میں آنے کے بعد صرف حیات ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔

اب یہ سوال باقی رہا کہ پہلی بار حیات کس طرح وجود میں آئی؟ سو اس سلسلے میں موجودہ سائنسدانوں کا یہ خیال ہے کہ حیات پہلی بار تو غیر حیاتی اشیاء کے ملاپ سے بنی ہوگی۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر پہلی بار حیات کے وجود کے بارے اے بائی او جینس کا نظریہ درست ہے۔ جب ایک دفعہ حیات وجود میں آگئی تو پھر بعد میں بائی او جینس کے نظریہ کے مطابق حیات از حیات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور آج تک باقی ہے۔

﴿حیات کا تنوع یا جماعت بندی﴾

(Classification)

اس لامحدود کائنات میں زمین ہی ایک ایسا کرہ ہے جس پر جاندار ملتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق زمین پر جانوروں اور پودوں کی انواع واقسام (Species) 20 لاکھ سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے جانوروں کی 15 لاکھ کے قریب اور پودوں کی تقریباً 5 لاکھ انواع دریافت کی جا چکی ہیں۔

تنوع کی تعریف

سائنسدانوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات کی بناء پر جانداروں کو ایک دوسرے سے فرق اور مشابہت کی بناء پر مختلف درجوں اور گروہوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ ان کی پہچان میں آسانی ہو۔ ایسی درجہ بندی کو ''جماعت بندی'' (Classification) کہتے ہیں۔

تنوع (Classification) کا مقصد

درجہ بندی کا اصل مقصد یہ ہے کہ جانداروں کو فطری طور پر اس طرح ترتیب دیا جائے کہ ان کے باہمی تعلقات اور ان کی مشترک موروثیت (Phylogeny) معلوم ہو سکے۔

چونکہ ہر ملک بلکہ ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں میں لوگوں نے جانداروں کے اپنے اپنے مقامی نام رکھے ہوتے ہیں جن کا دوسرے ممالک یا اسی ملک کے دوسرے حصوں میں سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے تنوع اور درجہ بندی (Classification) کرتے وقت ایک ہی نوع کے جانداروں کو ایسا نام دیا جاتا ہے جو بین الاقوامی طور پر مستعمل ہوتا ہے۔ ہر جاندار کا نام دراصل دو ناموں سے مرکب ہوتا ہے۔ پہلا نام جنس (Genus) اور دوسرا نام نوع (Species) کی تخصیص ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً انسان کو علم

الحیوانات (Zoology) میں آدمی (Man) کے بجائے (Homo Sapiens) کہتے ہیں اور بلی کو (Cat) کے بجائے (Felisdomestius) کہتے ہیں۔

تنوع اول

سب سے پہلے جانداروں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) عالم نباتات (Plant Kingdom)

(۲) عالم حیوانات (Animal Kingdom)

اس کے بعد حیوانات اور نباتات کی مزید درجہ بندی الگ الگ علوم میں کی جاتی ہے کیونکہ اس درجہ بندی سے پہلے یہ دونوں حیاتیات (Biology) سے تعلق رکھتے تھے لیکن اس درجہ بندی کے بعد یہ الگ الگ علوم بن گئے۔ چنانچہ نباتات کی تفصیلات علم نباتات (Botany) اور حیوانات کے بارے (Zoology) الحیوانات میں تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

﴿علم الحیوانات﴾

(Zoology)

جانوروں کی ساخت اور ان کے مختلف آرگن (Organ) یا اعضاء کی کارکردگی جس علم میں بیان کی جاتی ہے اسے علم الحیوانات (Zoology) کہتے ہیں۔

ذوالوجی (Zoology) یونانی زبان کے دو لفظوں سے بنا ہے۔ (Zoom) بمعنی حیوان اور (Logos) بمعنی بیان۔

جانوروں میں تنوع (Classification)

جیسا کہ جانداروں کے تنوع میں معلوم ہوا کہ (Classification) کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس درجہ بندی سے جانوروں کی فطری ترتیب ان کے باہمی تعلقات اور ان کی مشترک موروثیت (Phylogeny) کا پتہ چلتا ہے۔ نیز حیوانات میں سے ہر

نوع (Species) کو ایسا نام دیا جاتا ہے جو بین الاقوامی طور پر مستعمل ہوتا ہے۔لہٰذا اب حیوانات کے نوع کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

﴿حیوانات کے تنوع کا طریقہ اور اس کے اصول﴾

ماہرین حیوانات جو طریقہ حیوانات کی جماعت بندی میں استعمال کرتے ہیں وہ ایک مشہور ماہر فطرت ''حکیم لی نی اوس'' کا ایجاد کردہ ہے۔

اس طریقہ کے مطابق عالم حیوانات کو بڑے بڑے عائلوں (Phylum) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆ ہر عائلہ بعض خواص کی بناء پر کئی جماعتوں (Class) میں تقسیم ہوا ہے۔
☆ ہر جماعت میں کئی فیصلے (Order) ہوتے ہیں۔
☆ ان فیصلوں کو کئی خاندان (Families) میں تقسیم کیا گیا ہے۔
☆ ہر خاندان کی کئی جنسیں (Genus) ہوتی ہیں۔
☆ ہر جنس میں کئی انواع (Species) ہوتی ہیں۔

حیوانات میں نوع (Species) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بالفاظ دیگر نوع حیوانات کے تنوع کی اکائی ہے۔

نوع (Species) کی تعریف کرتے ہوئے ماہرین حیوانات نے مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''پودوں یا جانوروں کی ایسی آبادی یا آبادیاں جن کے افراد ساخت کے لحاظ سے ایک جیسے ہوں اور جن کی آپس میں جنسی تولید ہو رہی ہو اور جو دوسری انواع کی آبادی یا آبادیوں کے افراد سے ساخت کے اعتبار سے مختلف ہوں اور ان سے جنسی اختلاط قائم نہ کر سکیں، ایک ہی نوع (Species) کہلاتے ہیں۔''

حیوانات میں تنوع کا قدیم انداز

حیوانات میں قدیم انداز کا تنوع (Classification) جاحظ کے کلام میں نظر آتا ہے جس کی دلیل اس کی شہرۂ آفاق کتاب الحیوان کی یہ عبارت ہے۔

﴿والحیوان علی اربعة اقسام شئی یمشی وشئی یطیر وشئی یسبح وشئی ینساج الا ان کل طائر یمشی والذی یمشی ولایطیر یسمی طائرا والنوع الذی یمشی علی اربعة اقسام ناس' وبهائم' و سباع' و حشرات﴾

(کتاب الحیوان: ۱/۲۷)

''اور جانور چار قسم پر ہیں، کچھ چلتے ہیں، کچھ اڑتے ہیں، کچھ تیرتے ہیں اور کچھ رینگتے ہیں مگر یہ کہ ہر پرندہ جو چلتا ہے نہ کہ وہ جو چلتا ہے مگر اڑتا نہیں، اسے پرندہ (طائر) کا نام دیا جاتا ہے اور جانوروں کی وہ قسم جو چلتی ہے، چار اقسام پر مشتمل ہے۔ انسان، چوپائے، درندے اور حشرات الارض۔''

حیوانات میں تنوع کا جدید انداز

عالم حیوانات (Animal Kingdom) کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) فقری حیوانات (Vertabrates)

(۲) غیر فقری حیوانات (Inuertabrates)

فقری حیوانات

ایسے جانور جو ریڑھ کی ہڈی والے ہوں انہیں مہریہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ریڑھ کی ہڈی میں مہرے ہوتے ہیں۔

اس تنوع کے بعد ان دونوں میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تقسیم کی جاتی ہے۔ جس کا مختصر تعارف درج کیا جاتا ہے۔

غیر فقری حیوانات میں تنوع

غیر فقری حیوانات (Inuertabrats) کو مختلف عائلوں میں تقسیم کیا گیا ہے

جن میں بڑے بڑے عائلے (Phyla) مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فائیلم پروٹوز (Phylum Protozoa)

اس عائلہ کے جانور زیادہ تر اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ خورد بین کے بغیر نظر نہیں آتے، ان کا جسم صرف ایک سیل پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے انہیں ''ایک سیل والا جانور'' (Unicellular) کہتے ہیں۔

(۲) فائیلم پوریفرا (Phylum Porifera)

اس عائلہ میں ہر قسم کے اسفنج (Sponge) شامل کیے گئے ہیں۔ان کے جسم میں لاتعداد سوراخ (Poros) ہوتے ہیں۔ان کے جسم کے اندر نالیاں ہوتی ہیں جن میں پانی گردش کرتا رہتا ہے اور اکثر اسفنج سمندر میں پائے جاتے ہیں۔

(۳) فائیلم سیل این ٹریٹا (Phylum Coelentua)

سیل این ٹریٹ آبی جانور ہیں، ان کے جسم کے درمیان ایک بڑی کیویٹی ہوتی ہے جس کے ایک سرے پر منہ ہوتا ہے۔منہ کے گرد (Tentacles) کی ایک قطار یا کئی قطاریں ہوتی ہیں جن سے خوراک حاصل کرنے میں یہ مدد لیتے ہیں۔اس عائلہ کے مشہور جانور ہائیڈرا (Hydra) اور جیلی فش (Jelly fish) ہیں۔

(۴) فائیلم پلیٹی ہلمن تھس (Phylum Platyhelminthes)

اس عائلہ کے جانور چونکہ پودوں کے پتوں کی طرح چپٹے اور پتلے ہوتے ہیں، اس لیے انہیں فلیٹ ورمز (Flat Worms) بھی کہتے ہیں۔اس عائلہ میں مشہور جانور لیور فلوک (Liver fluke) اور ٹیپ ورم (Tape worm) شامل ہیں۔

ٹیپ ورم سے عام لوگ واقف ہیں، یہ انسان کے جسم کے اندر انتڑیوں میں رہتا ہے اور وہیں سے خوراک حاصل کرتا ہے۔

(۵) فائیلم نمیٹ ہلمن تھس (Phylum Nemat Helmithes)

اس جانور کا جسم لمبا اور گول ہوتا ہے اور دونوں سرے نوکیلے ہوتے ہیں۔ اس عائلہ میں اسکیرس (Ascaris) ہک ورم (Hook Worm) جیسی مثالیں عام ہیں۔

(۶) فائیلم انیلڈا (Phylum Annelida)

اس عائلہ میں وہ کیڑے شامل ہیں جن کا جسم متعدد قطعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے مشہور جانور کیچوا (Earthworm) اور جونک (Leech) ہیں۔

(۷) فائیلم آرتھروپوڈا (Phylum Arthropoda)

اس عائلہ کے مشہور جانور جھینگے (Prawns)، کیکڑے (Carbs)، حشرات (Insects)، مکڑی (Spider)، بچھو (Scorpion) وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سے عائلے موجود ہیں۔ ان سب کا تعلق ریڑھ کی ہڈی کے بغیر یعنی غیر فقری حیوانات سے تھا۔

فقری حیوانات کا تنوع

(Classification of Vertelrats)

عالم حیوانات کا دوسرا حصہ ریڑھ کی ہڈی رکھنے والے جانوروں کا ہے جنہیں فقری حیوانات کہتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ساتھ ان جانوروں کے جسم میں ہڈی کا ایک مکمل ڈھانچہ بھی ہوتا ہے اور درمیانی ڈھانچہ کے ساتھ دونوں اطراف میں دو جوڑے اپنڈے جز (Appendages) کے ہوتے ہیں۔

فقری حیوانات کو پانچ جماعتوں (Class) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) مچھلیاں (Fishes)

(۲) بھومیے یا جل تھلیے (Amphibians)

(۳) خزندے (Reptiles)

(۴) پرندے (Aves)

(۵) پستانیے یا میمل (Mammals)

(۱) مچھلیاں (Fishes)

مچھلیاں مختلف سائز اور شکل وصورت کی ہوتی ہیں، ان کا جسم تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ سر، دھڑ، دم، مچھلیاں، گلز (Gills) کے ذریعہ سانس لیتی ہیں، جو سر کے دونوں طرف شگافوں میں واقع ہوتے ہیں۔ مچھلی کی خوراک پودے اور چھوٹے جانور ہوتے ہیں۔

(۲) بھومیے یا جل تھلیے (Amphibians)

اس جماعت کے جانور زندگی کے آغاز میں پانی میں رہتے ہیں اور مکمل نمو پا کر خشکی پر بھی رہتے ہیں، ان جانوروں کی انگلیوں کے ناخن نہیں ہوتے بلکہ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے جو پانی میں تیرنے میں مدد دیتی ہے۔ ان جانوروں میں ٹوڈ (Toad) مخصوص مینڈک بہت مشہور ہے۔

(۳) خزندے (Reptiles)

اس جماعت کے جانور اکثر خشکی پر رہتے ہیں، ان جانوروں میں تنفس کیلئے پھیپھڑے بھی ہوتے ہیں، ان کے جبڑوں میں دانت بھی ہوتے ہیں، یہ جانور خشکی پر انڈے دیتے ہیں۔ ان میں سے مشہور جانور یہ ہیں۔ چھپکلی، کچھوا، سانپ، مگرمچھ وغیرہ۔

(۴) پرندے (Aves)

پرندوں کی بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ ان کے جسم پر پر ہوتے ہیں۔ ان کی بھی بے شمار اقسام ہیں۔ جن میں سے اہم یہ ہیں۔

(الف) دوڑنے والے پرندے (Running birds) جیسے شترمرغ

(ب) اڑنے والے پرندے (Flying Birds)

اس میں وہ پرندے شامل ہیں جن کے پر ہوا میں اڑان کے قابل ہوتے ہیں۔
پرندوں کی بعض اقسام دانہ وغیرہ چگتی ہیں جیسے مرغ، کبوتر، فاختہ جبکہ بعض پرندے گوشت خور ہوتے ہیں مثلاً باز، چیل، الو اور گدھ وغیرہ۔

(۵) پستانیے یا میمل (Mammals)

میمل جانوروں میں عموماً بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، میمل اپنے نوزائیدہ بچے کو کچھ عرصہ تک اپنا دودھ پلاتے ہیں۔
میمل کی مزید پہچان کیلئے ان کو مزید چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) انڈے دینے والے میمل

ان جانوروں کو خزندوں اور میمل کے مابین رکھتے ہیں، کیونکہ یہ خزندوں کی طرح انڈے دیتے ہیں اور میمل کی طرح بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔ ایسے میملز (Platypus) اور (Sping anteater) ہیں جو صرف آسٹریلیا اور نیوگنی میں پائے جاتے ہیں۔

(ب) تھیلی والے میملز

اس گروہ کے میمل بچہ کو پیدائش کے بعد پیٹ کے ساتھ تھیلی میں ڈال لیتے ہیں، تھیلی کے اندر چھوٹے چھوٹے نپل ہوتے ہیں جن سے بچہ دودھ پیتا ہے۔ یہ میمل آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ میں ملتے ہیں۔ ان کی عام مثالیں کنگرو (Kangroo) اور ٹیڈی بی آر (Tady Bear) ہیں۔

(ج) اصل میملز

ان میں بچہ مکمل طور پر ماں کے پیٹ میں تکمیل پاتا ہے، ماں دودھ پلا کر بچے کی پرورش کرتی ہے۔ مزید پہچان کیلئے اصل میلمز کو مندرجہ ذیل گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) کیڑے مکوڑے کھانے والے میمل، جیسے کنڈیلا چوہا (Heady Hag) چھچھوندر (Sherw) وغیرہ۔

(۲) زبان سے اٹھا کر کھانے والے میمل، ان کے سامنے کے دانت یا تو بالکل غائب ہوتے ہیں یا پھر سب ایک جیسے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر بال، انگلیوں پر ناخن لمبے اور مضبوط ہوتے ہیں جن کی مدد سے یہ بل کھود کر چیونٹیاں وغیرہ زبان سے اٹھا کر کھاتے ہیں جیسے پینگولن (Pangolin)، آرمی ڈیلو (Armadillo) وغیرہ

(۳) کتر کر کھانے والے میمل، جیسے خرگوش، گلہری، چوہا، سیہہ وغیرہ۔

(۴) اڑنے والے میمل، جیسے چمگاڈر (Bat)

(۵) بڑے دماغ والے میمل جیسے بندر، چمپنیزی، گوریلا، اور انسان سب سے بڑے دماغ والے میمل ہیں۔ انمیں باقی میملز کی نسبت سوچ و بچار زیادہ ہوتی ہے، اسی صلاحیت کے پیش نظر انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔

(۶) گوشت خور میمل، جیسے کتا، بلی، شیر، ریچھ وغیرہ۔

(۷) صم دار میمل، اس جماعت میں گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ، گھوڑا اور گینڈا وغیرہ شامل ہیں۔

(۸) سونڈ والے میمل، جیسے ہاتھی۔

(۹) مچھلی نما میمل، انہیں ویل (Whale) کہتے ہیں، ان میں چھوٹا میمل ڈالفن ہے۔

علم الحیوانات کے مختلف شعبے

حیوانی زندگی کے نشیب و فراز کا مطالعہ کئی طرح سے کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ علم الحیوانات کو کس وسعت کے پیش نظر مختلف شعبوں میں تقسیم ہونا پڑا؟ نیز یہ کہ ان شعبوں کی تفصیلات کیا ہیں؟ اور ان سے علم الحیوانات میں کیسے فائدہ اٹھایا جاتا ہے؟ اسی مطالعہ میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مخلوقاتی حیات کے یہ شعبے کتنے دقیق اور باریک ہیں جو اپنے موجدین کی رقت نظر اور باریک بینی کے ساتھ ساتھ ہر سمجھدار انسان کو اس بات کی دعوت فکر فراہم کر رہے ہیں کہ یقیناً ایک ایسی ہستی ہے جو ان تمام شعبہ ہائے حیات کا نظام

سنبھالے ہوئے ہے اور اسی کو ہم ''اللہ'' کہتے ہیں۔

الغرض! علم الحیوانات کے مختلف شعبے ہیں جن کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے۔

(۱) علم الابدان

ایک حیوان کا جسم مختلف اعضاء کے باہمی رابطہ پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ اعضاء اپنے اعمال وافعال سے مطابقت کی بناء پر آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ حیوانات کا وہ شعبہ جو اعضاء کی بناوٹ سے تعلق رکھتا ہے، اسے علم الابدان (Morphology) کہا جاتا ہے۔

(۲) علم التشریح

حیوانات کا مطالعہ کرتے وقت خوردبین کا سہارا لیے بغیر محض چیر پھاڑ سے جسم کے نظام اور مختلف اعضاء کی ساخت کو جانچنے کے طریق کار کا نام علم التشریح (Anatomy) ہے۔

(۳) علم الخلیات

ہر حیوان کا جسم کئی چھوٹے چھوٹے اجزاء سے مل کر بنا ہے جنہیں صرف خوردبین کی مدد سے دیکھا جاسکتا ہے، انہیں خلیات کہتے ہیں اور ہر خلیہ کا نظام علیحدہ ہے، اس خلیاتی نظام کے مطالعہ کا نام علم الخلیات (Cytology) ہے۔

(۴) علم النسیجات

ایک ہی نوع کے خلیات یا مختلف قسم کے خلیات مل کر بافت یا نسیج بناتے ہیں، ان نسیجات کا مطالعہ خوردبین کی مدد کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا تفصیلی مطالعہ علم النسیجات (Histology) میں ہوتا ہے

(۵) جینیات

ایک حیوان کی ابتداء انڈے یا (Onum) سے ہوتی ہے، انڈے سے بچہ

بننے تک یہ خلیہ مختلف مدارج طے کرتا ہے۔اس کی ہیئت میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ان تبدیلیوں کا مطالعہ جینیات (Embrylogy) کے ذریعہ ہوتا ہے۔

(۶) رکاذیات

آج کرۂ ارض پر جو حیوان نظر آتے ہیں، سائنسدانوں کے بقول یہ دراصل ان حیوانات کی نسل ہیں جو کروڑوں سال پہلے اس کرۂ ارض پر موجود تھے، ان میں سے بعض کے ڈھانچے یا جسم کا خول اصلی یا متحجر شکل میں چٹانوں سے حاصل ہوتا ہے، انہیں رکازات (Fossils) کہا جاتا ہے اور ان کا مطالعہ رکاذیات (Paleontology) کہلاتا ہے۔

(۷) علم الترتیب

حیوانات کی شکل وصورت، بناوٹ اور دیگر خواص میں مشابہت اور اختلاف کی بنیاد پر انہیں مختلف گروہوں میں جمع کر دیا گیا ہے جسے جماعت بندی (Classification) کہتے ہیں اور اس سے متعلقہ شعبہ علم الترتیب (Taxonomy) کہلاتا ہے۔

(۸) ماحولیات

ماحول حیوانات پر اور حیوانات ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں، اس کے مطالعہ کا نام ماحولیات (Eeology) ہے۔

(۹) وراثیات

حیوانات کی نسل اپنے مورث سے ملتی جلتی ہے اور ان کے خصائل و عادات بڑی حد تک مورث سے مطابقت رکھتے ہیں۔اس کے مطالعہ کا نام وراثیات (Genetics) ہے۔

(۱۰) حیواناتی جغرافیہ

حیوانات کا وہ شعبہ جو حیوانات کی تقسیم سے متعلق ہے، حیواناتی جغرافیہ

(Zoogeography) کہلاتا ہے۔

﴿اسلام اور علم حیوانات﴾

علم حیوانات سے متعلق اب تک کی جو تفصیلات قارئین کرام کی بصارت سے ٹکرا کر بصیرت میں اضافے کا موجب بنیں ان تمام کا مدار المہام ''سائنس اور سائنسدان'' تھے، ناانصافی ہوگی اگر اس موقع پر اسلامی نقطہ نظر وضاحت کے ساتھ پیش نہ کیا جائے، اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سائنس ہمیشہ سے یہ بے بنیاد دعویٰ الاپتی رہی ہے کہ ''مادہ'' ہر چیز کی اصل ہے اور ہر چیز اسی سے بنی ہے جبکہ اسلام نے اس دعویٰ کو پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی اور اس نے بڑے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق اس خلاق عالم کے اشارہ کن کے تابع ہے جس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، نیز یہ کہ ہر مخلوق اپنی تمام تر رعنائیوں اور زیبائشوں کے باوصف قدرت الٰہیہ کا ایک نمونہ اور مظہر ہے جس کے ذریعے انسان اپنی حقیقت میں غور وفکر کر کے خلاق عالم تک پہنچنے کا راستہ معلوم کرسکتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ (الروم: ۲۰)

''اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر تم انسان بن کر مختلف علاقوں میں پھیل جاتے ہو۔''

اسی طرح جانوروں کی تخلیق اور اس سے متعلقہ فوائد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (النحل: ۵)

''اور اللہ نے تمہارے ہی فائدے کیلئے جانور پیدا فرمائے ہیں جن میں تمہارے لیے سردی دور کرنے کا سامان بھی ہے اور دوسرے

منافع بھی، اور اسی سے تم کھاتے بھی ہو۔''

ان دو آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ انسان ہو یا کوئی اور حیوان، سب اپنی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا ایک مظہر اور نمونہ ہیں، مادہ ان کی اصل ہرگز نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ انسان کی تخلیق قرآن کریم میں کہیں تو مٹی سے بیان کی گئی ہے اور کہیں ''پانی'' کو ہر چیز کی اصل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (الانبیاء: ۳۰)

تو اس سے ہمارے دعویٰ پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ انسان اور دیگر حیوانات کی تخلیق مٹی سے ہو یا پانی سے، بہر حال! اس کی تخلیق کی نسبت مادہ کی طرف نہیں بلکہ خالق مادہ کی طرف کی گئی ہے اور اس تخلیق کو اس کی نشانی قدرت شمار کیا گیا ہے۔

آغاز حیات کے بارے اسلامی نظریہ

اس سے پہلے یہ بات مکمل وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے آ چکی ہے کہ زندگی کا آغاز کیسے ہوا؟ اس سلسلے میں دو رائیں ہر دور میں انتہائی اہمیت کی حامل رہی ہیں۔

(۱) زندگی کا آغاز کسی بے جان چیز سے ہوا۔

(۲) زندگی کا آغاز زندگی سے ہی ہوا۔

اسلامی نقطہ نظر ان دونوں کے مجموعے سے عبارت ہے اور اسلام اپنے پیروکاروں کو بتاتا ہے کہ حیات کا حصول ان میں سے ہر طریقے کے مطابق صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (الروم: ۱۹)

''اللہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے بنجر ہونے کے بعد دوبارہ آباد کرتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حیات کا آغاز بے جان سے ہونا بھی ناممکن نہیں اور ذی

حیات سے بھی مشکل نہیں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ''مٹی'' سے ہوئی ہے اور مٹی ایک بے جان چیز ہے اس لیے انسان میں حیات کا نقطہ آغاز ایک بے جان چیز ہے۔

علم الحیوانات میں تنوع (Classification)

اور احکام اسلامی میں اس سے انتفاع

علم الحیوانات کے تعارف میں تنوع کو تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے، ابتداء حیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

(الف) عالم نباتات

(ب) عالم حیوانات

پھر عالم حیوانات کو عائلوں، جماعتوں، فصیلوں، خاندانوں، جنسوں، انواع اور اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

لیکن جدید انداز تنوع میں عالم حیوانات کو ذیل کی دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) فقری حیوانات

(ب) غیر فقری حیوانات

پھر ان میں سے ہر ایک میں تفصیلاً تنوع بیان کیا گیا ہے۔

علم الحیوانات میں تنوع (Classification) سے مقصود جانوروں کی فطری ترتیب، ان کے باہمی تعلقات اور ان کی مشترک موروثیت کا پتہ چلانا ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسلام کو احکام کے نفاذ کیلئے ان امور اور مقاصد سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا آئندہ اس تنوع پر بحث نہیں ہوگی۔ البتہ حلت وحرمت اور اس جیسے دیگر ابواب میں جدید تعلیمی دور کے انسان کیلئے بات واضح کرنے کی خاطر اس تنوع کا کہیں کہیں ذکر کر دیا جائے گا لیکن یہ بات مکرر ذکر کرنا ضروری ہے کہ احکام اسلامی کا انحصار اس تنوع پر بالکل نہیں۔

ایک مقام پر قرآن حکیم نے جانوروں میں ایک واضح تنوع بیان کیا ہے۔

﴿اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَايَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

(النور: ۴۵)

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پانی سے پیدا فرمایا، پانی سے مراد اگر یہاں بارش ہے تو بارش کے پانی سے ہر جاندار کا مستفید ہونا ظاہر ہی ہے جیسا کہ کشاف نے لکھا اور اگر مراد نطفہ حیوانی لیا جائے تو اس سے بھی جاندار کا وجود میں آنا مشاہدہ میں ہے۔ جدید ماہرین علم الحیات کی تحقیق ہے کہ ہر جاندار کی ترکیب میں اصلی عنصر، پروٹوپلازم ہے اگر اسی کو مان لیا جائے تو اس جوہر میں بھی غالب حصہ پانی ہی کا ہوتا ہے۔'' (تفسیر ماجدی ص۶۶۲)

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ سورۃ النور کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''پیٹ کے بل چلنے والوں میں کل رینگنے والے جانور، حشرات الارض آ گئے جیسے سانپ وغیرہ اور تیرنے والے جانور مثلاً مچھلی، دو پاؤں پر چلنے والے جانداروں میں خود انسان ہے نیز پرندے جب وہ زمین پر چل رہے ہوں اور چار پاؤں پر چلنے والے جانوروں کی مثالیں بالکل ظاہر ہیں۔'' (تفسیر ماجدی ص۷۲۲)

آیت اور اس کی تفسیر سے جانوروں کا تنوع بیان ہوا اور چونکہ اس سے قدرت خداوندی کا اظہار مقصود ہے اس لئے آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿اسلام اور علم الحیوانات کے موضوع کی وسعت اور حدود﴾

علم الحیوانات کے تعارف کے آخری حصہ میں علم الحیوانات کے مختلف شعبوں کا ذکر کیا گیا جن میں حیوانات کے بارے مختلف انداز سے بحث کی جاتی ہے۔

اسلامی احکام کے بنیادی مآخذ قرآن وحدیث میں تفصیلاً ان احکام کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو انسان کیلئے ہیں لیکن ان کا تعلق حیوانات سے ہے اور تفصیل میں جانے سے ظاہر ہوتا چلا جائے گا کہ وہ احکام حیوانات پر ہی مرتب ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک طرف ان احکام کا تعلق علم الحیوانات سے بھی ہوا اور دوسری طرف چونکہ وہ احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائے ہیں اس لیے اسلام سے بھی ان کا تعلق ظاہر ہے۔

لہٰذا ''اسلام اور علم الحیوانات'' کے موضوع کے تحت حیوانات سے متعلقہ احکام اسلامی کی تفصیلات ذکر کی جائیں گی تاہم اس سے پہلے ذیل کا عنوان قابل ملاحظہ بھی ہے اور مفید بھی۔

﴿حیوانات قرآنی﴾

قرآن کریم اگرچہ ''حیوانات'' کی کتاب نہیں اور نہ ہی اس میں حیوانات کی حقیقت و ماہیت سے بحث کی گئی ہے۔ البتہ مختلف مقامات پر جس کثرت سے حیوانات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی حلت وحرمت سے متعلق جو احکامات دیئے گئے ہیں اس سے ان کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔

اس موقع پر ہم اپنے قارئین کو مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کتاب ''حیوانات قرآنی'' کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہوئے اس کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کریں گے جس سے حیوانات کے نام بھی سامنے آجائیں اور ان کا کوئی ایک حوالہ بھی واضح ہو جائے۔

(۱)	اونٹ	سورہ غاشیہ	آیت نمبر ۱۷	وغیرہ
(۲)	بکری	سورۂ انعام	" " ۱۴۳	"
(۳)	گائے	سورۂ انعام	" " ۱۴۴	"
(۴)	گھوڑے	سورۂ نحل	" " ۸	"
(۵)	مکڑی	سورۂ عنکبوت	" " ۴۱	"
(۶)	بچھڑا	سورۂ طہ	" " ۸۸	"
(۷)	اونٹنی	سورۂ شمس	" " ۱۳	"
(۸)	گابھن اونٹنی	سورۂ تکویر	" " ۴	"
(۹)	مچھلی	سورۂ صفت	" " ۱۴۲	"
(۱۰)	ہدہد	سورۂ نمل	" " ۲۰	"
(۱۱)	بھیڑیا	سورۂ یوسف	" " ۱۳	"
(۱۲)	مچھر	سورۂ بقرہ	" " ۲۶	"
(۱۳)	خچر	سورۂ نحل	" " ۸	"
(۱۴)	سانپ	سورۂ نمل	" " ۱۰	"
(۱۵)	اژدہا	سورۂ شعراء	" " ۳۲	"
(۱۶)	ٹڈی	سورۂ اعراف	" " ۱۳۳	"
(۱۷)	گدھا	سورۂ نحل	" " ۸	"
(۱۸)	خنزیر	سورۂ مائدہ	" " ۳	"
(۱۹)	مکھی	سورۂ حج	" " ۷۳	"
(۲۰)	چیونٹی	سورۂ نمل	" " ۱۸	"
(۲۱)	بٹیر	سورۂ طہ	" " ۸۰	"
(۲۲)	بھیڑ	سورۂ انعام	" " ۱۴۳	"
(۲۳)	مینڈک	سورۂ اعراف	" " ۱۳۳	"

(۲۴)	کوا	سورۂ مائدہ	" " ۳۱	"
(۲۵)	پتنگے	سورۂ قارعہ	" " ۴	"
(۲۶)	شیر	سورۂ مدثر	" " ۵۱	"
(۲۷)	ہاتھی	سورۂ فیل	" " ۱	"
(۲۸)	بندر	سورۂ مائدہ	" " ٦۰	"
(۲۹)	جوں	سورۂ اعراف	" " ۱۳۳	"
(۳۰)	کتا	سورۂ اعراف	" " ۱۷٦	"
(۳۱)	شہد کی مکھی	سورۂ نحل	" " ٦۸	"

ان میں سے بعض نام ایسے ہیں جن کیلئے قرآن کریم نے ایک سے زائد الفاظ استعمال فرمائے ہیں لیکن ہم نے اردو لغت کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں ایک مرتبہ ہی شمار کیا ہے اور ہر نام کا ایک ہی حوالہ دیا ہے، ان کی مکمل تفصیلات کیلئے قارئین مذکورہ صدر کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

باب اول

﴿حلت وحرمت حیوان﴾

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدے کیلئے جو مختلف جانوروں کی ایک فوج ظفر موج پیدا فرما رکھی ہے، ان کی تحلیل وتحریم کا اختیار بھی اس نے کسی انسان کو تفویض کرنے کی بجائے اپنے دست قدرت ہی میں رکھا، کیونکہ پروردگار عالم کا علم کلی اس بات پر بھی محیط تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جس میں لوگ اپنی مرضی سے حلال اور حرام کی تشخیص کرنے لگیں گے، کچھ ایسے بھی محقق آئیں گے جو اللہ تعالیٰ کی حرام قرار دی ہوئی چیزوں کو ''حلال'' ثابت کرنے کی نامبارک سعی کریں گے، بعض متجددین ایسے بھی ہوں گے جو ''خنزیر'' کو حلال قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔

اس لیے باری تعالیٰ نے تحلیل وتحریم کا اختیار سوائے اپنے پیغمبر کے کسی کو عطا نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾

(یونس: ۵۹)

''اے نبی! آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایا ہے اور تم اس میں حلال حرام کرتے رہتے ہو، کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دے رکھی ہے؟ یا تم اللہ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو؟''

زیر نظر باب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جانوروں کی تحلیل وتحریم کے اصول بیان کیے جا رہے ہیں جن سے بہت سے ان حیوانات کے شرعی احکامات بھی معلوم ہوسکیں گے جن کا تذکرہ یہاں نہیں آسکا۔

حلال وحرام

اسلامی اصول فقہ کا قانون ہے کہ اشیاء میں اصل چیز اباحت اور جواز ہے لہٰذا جس چیز کے بارے شرعی حکم ممانعت کا نہ ہو اور نہ وہ شرعی احکام کے خلاف ہو تو وہ جائز ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے یہ آسانی رکھی ہے کہ حرام اشیاء کو شمار کرا دیا اور حلال کو وسیع رکھ دیا۔

جانوروں میں سے کون سے جانور حلال ہیں اور کون سے حرام ہیں؟ اس کیلئے شرعی قوانین بہت آسان اور عام فہم ہیں۔ حلال وحرام جانور ذکر کرنے کے فقہاء نے بہت سے انداز اختیار کیے ہیں لیکن مشہور کتب فقہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان میں سب سے بہترین انداز وہ ہے جو ''تکملہ عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ'' میں مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

﴿الضابطة لما يوكل لحمه ولما لايوكل لحمه، وقد رتبتها من عالمگيرية حيث لايخرج عنها الانادرا، وهوان الحيوان على اربعة اوجه البرى، والبحرى والطيور والهوام﴾ (تكمله عمدة الرعايه: ۳۶/۴)

''جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے (حلال) اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا (حرام) ان کے لیے ایک ضابطہ ہے جو کہ میں نے عالمگیری سے ترتیب دیا ہے اور اس ضابطہ سے شاذ و نادر ہی کوئی حیوان خارج ہوگا اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ حیوان چار اقسام پر ہیں۔ بری (زمین پر رہنے والے) سمندری، پرندے اور حشرات''

پھر موصوف نے مزید تفصیل بتائی اور تفصیل ذکر کرنے کا انداز بھی ان کا بہت عمدہ اور آسان فہم ہے، لہٰذا ہم بھی اس ترتیب کو لے کر چلتے ہیں اور ان کے بارے قرآن وحدیث سے جو دلائل مہیا ہوں وہ بھی ساتھ ہی ذکر کر دیئے جائیں گے۔

بحری حیوانات (سمندری جانور)

بحری (سمندری) جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو کہ پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہیں سکونت اختیار کرتے ہیں لہٰذا مرغابی، بطخ اور بگلا آبی جانور نہیں کہلائیں گے۔

سمندری جانوروں میں حلال وحرام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ جزیری لکھتے ہیں۔

''بحری جانوروں میں سوائے مچھلی کے باقی تمام حرام ہیں اور مچھلی ہر قسم کی حلال ہے سوائے ''طافی'' کے، طافی وہ مچھلی ہے جو پانی میں طبعی موت مر کر پلٹ گئی ہو اور پیٹ اوپر اور پشت نیچے ہو جائے اس کا کھانا جائز نہیں۔'' (کتاب الفقہ :۲/۸)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

﴿عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا طفافلا تاکلہ﴾

(اعلاء السنن: ۱۷/۱۵۱)

مچھلی کسے کہتے ہیں؟

ماہرین حیوانات مچھلی کی تعریف یہ کرتے ہیں

''مچھلی فقری حیوانات یا ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کا وہ گروہ ہے جو گل پھڑوں سے سانس لیتا ہے اور پنکھوں (Fins) کے ذریعہ نقل وحرکت کرتا ہے۔'' (حیوانیات ۶۷)

عام طور پر جھینگا کو بھی مچھلی شمار کرلیا جاتا ہے حالانکہ وہ مچھلی کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ غیر فقری (بغیر ریڑھ کی ہڈی) کے عائلہ ''فائیلم آرتھوپوڈا'' سے ہے۔

اسی طرح وہیل کو بھی مچھلی شمار کیا جاتا ہے حالانکہ علم الحیوانات کے مطابق یہ میمل ہے۔

وہیل مچھلی کے بارے مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق قابل ستائش ہے جو مکمل

درج ذیل ہے۔

وہیل کا شرعی حکم

جس جانور کو موجودہ زمانے کی انگریزی میں وہیل (Whale) کہا جاتا ہے، قدیم انگریزی میں اس کو وہال (Whal) کہتے تھے اور جرمنی زبان میں اس کا نام وال (Wal) ہے۔ انٹرنیشنل ڈکشنری کے فاضل مصنف ویبسٹر نے اپنی ڈکشنری کے ص۱۶۴۲ پر لکھا ہے۔

Whale old English Whal, German wal, will fish.

(Webster`s International Dictionary, 1642.

اس جرمنی لفظ وال کو معرب کر کے عربی زبان میں بال کرلیا گیا، اس کی سند یہ ہے۔

﴿البال حوت عظيم من حيتان البحر و ليس بعربى كما فى الصحاح يدعى جمل البحر وهو معرب وال كما فى العباب قال شيخنا وهى سمكة طولها خمسون ذراعا﴾ (تاج العروس شرح قاموس: ۷/۲۳۷)

''یعنی'' بال سمندر کی مچھلیوں میں سے ایک بڑی مچھلی ہے، یہ لفظ عربی نہیں ہے جیسے کہ صحاح جوہری میں اس کی تصریح ہے اس کو جمل البحر بھی کہا جاتا ہے، یہ لفظ وال کا معرب ہے، ہمارے شیخ نے کہا کہ بال ایک مچھلی ہے جو پچاس ذراع (۷۵ فٹ) لمبی ہوتی ہے۔''

اسی بنا پر متعدد کتابوں اور ڈکشنریوں میں بال کا ترجمہ وہیل اور وہیل کا ترجمہ بال کیا گیا ہے، حوالہ جات یہ ہیں۔

(۱) القاموس المدرسی مطبوعہ قاہرہ ۱۹۲۶ء بال، حوت (WHALE)

(۲) انگلش عربک ڈکشنری مولفہ جرجیس پرسی باجر ۱۲۱۵ء سمک یونس، جمل البحر،

بال، حوت (WHALE) (English Arabic Lexico, George percy Badger, 1861)۔

(۳) قاموس انگلیزی ص ۶۸۵ بال، حوت (WHALE)

(۴) الفرائد الدریہ مولفہ جے .جی ہاوا۔ مطبوعہ بیروت ۱۹۱۵ء (J.G.Hana) بال (WHALE)

(۵) القاموس العصری مولفہ الیاس انطون الیاس ص ۶۸۹ مطبوعہ قاہرہ، حوت، بال، نون (WHALE)

(۶) ایف سٹنگس ڈکشنری ص ۱۰۴ مطبوعہ ۱۸۸۴ء (F.Steingass Dictionary)۔ بال (WHALE)۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ وہیل وہی جانور ہے جس کو عربی میں بال کہا جاتا ہے اور بال کے متعلق صحاح جوہری، لسان العرب، تاج العروس، دائرۃ المعارف فرید وجدی، المنجد، حیوۃ الحیوان میں تصریح ہے کہ یہ لفظ اصل میں عربی نہیں ہے کسی غیر عربی لفظ سے معرب کیا ہوا ہے اور تاج العروس کی عبارت منقولہ بالا سے یہ ثابت ہوگیا کہ بال لفظ وال کا معرب ہے اور وال جرمنی زبان کا لفظ ہے جس کو جدید انگریزی میں وہیل (WHALE) کہا جاتا ہے۔ ان تمام کتابوں میں بال کو سمندر کی بڑی مچھلی (حوت عظیم۔ سمکۃ غلیظۃ) کہا گیا ہے۔ اس کا طول پچاس ذراع (75فٹ) یا بقول فاضل مولف انٹرنیشنل ڈکشنری سوفٹ یا بقول فردینی پانچ سو ذراع (۷۵۰فٹ) تک بتایا گیا ہے۔ حیوۃ الحیوان اور فتح الباری شرح صحیح بخاری اور فرائد الدریہ میں بال کا دوسرا نام عنبر بھی بتایا گیا ہے اور لسان العرب اور تاج العروس اور انگلش عربک لیکسن (ڈکشنری) میں اس کا تیسرا نام جمل البحر بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان امور کی اسانید یہ ہیں۔

(۱) البال: حوت عظیم من حیتان البحر و فی التھذیب سمکۃ عظیمۃ فی

البحر قال ولیست بعربیه. قال الجوهری البال الحوت العظیم من حیتان البحر ولیس بعربی (لسان العرب جلد ۱۳ص ۷۸)

(۲) **البال: الحوت العظیم من حیتان البحر ولیس بعربی** (صحاح جوہری جلد ۳ص ۹۵)

(۳) **البال: سمکة یبلغ طولها امتدادا عدیدة ولیس اسمها بعربی قال الجوالیقی کانها عربت** (دائرۃ المعارف فرید وجدی جلد ۲ص ۳۲)

(۴) **البال: الحوت العظیم من حیتان البحر ولیس بعربی کما فی الصحاح یدعی جمل البحر** (تاج العروس جلد ۷ص ۲۲۷)

(۵) **البال: سمکة فی البحر یبلغ طولها خمسین ذراعاً یقال لها العنبر** (حیوۃ الحیوان للدمیری ۱/ ۹۸)

(۶) **جمل البحر سمکة یقال لها البال عظیمة جداً** (تاج العروس جلد ہفتم ۲۶۳)

(۷) **العنبر:** (Spermaceti Whale) یعنی عنبر سپرمیسٹی وہیل ہے۔ (فرائد الدریہ: ۶۹۰)

(۸) **العنبر: قال الازهری العنبر سمکة تکون بالبحر الاعظم یبلغ طولها خمسین ذراعا یقال لها باله** (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

واضح ہو کہ وہیل کی تھوڑے تھوڑے فرق سے بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے بارہ تیرہ قسمیں انٹرنیشنل ڈکشنری کے فاضل مصنف ویبسٹر نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں اوران کی تصویریں بھی دی ہیں۔ اس تمام تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ بال اور عنبر اور جمل البحر ایک بڑی مچھلی کا نام ہے جس کو انگریزی میں (WHALE) اور جرمنی میں وال (WAL) کہا جاتا ہے۔ پس مچھلی ثابت ہو جانے کے بعد حنفی مذہب میں بھی اس کو حلال سمجھنے میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مچھلی (باوجود ہزار ہا صورتوں اور شکلوں پر مشتمل ہونے کے) حلال ہے۔ حدیث میں مار ماہی کا استثنا اس بناء پر ہے کہ اس کا مچھلی

ہونا مشتبہ ہے، اگر اسے مچھلی تسلیم کیا جائے تو وہ بھی مستثنیٰ نہیں۔

اس کے علاوہ بال اور عنبر یعنی وہیل کی حلت کی مخصوص اور صریح دلیل وہ حدیث بھی ہے جو حدیث کی مستند کتابوں اور خصوصاً صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جو تین سو آدمیوں پر مشتمل تھی حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک مہم پر تھی، وہ ایسا مقام تھا کہ وہاں خورد نوش کا سامان میسر نہیں ہوتا تھا، زادراہ جو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ قریب الختم ہونے لگا تو امیر العسکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ باقی ہو لا کر ایک جگہ جمع کر دو تو جمع شدہ ذخیرہ کھجوروں کے صرف دو بھرے ہوئے تھیلے تھے۔ ابوعبیدہؓ اس میں سے ایک ایک کھجور فی کس روزانہ تقسیم کرتے تھے یہاں تک کہ یہ توشہ بھی ختم ہو گیا اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ ایک روز دیکھا کہ سمندر کے کنارے پر ایک بہت بڑا جانور مرا ہوا پڑا ہے، دور سے وہ ایک چھوٹی سی پہاڑی معلوم ہوتی تھی، قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک مچھلی تھی جسے عنبر کہتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم (تین سو آدمیوں) نے اٹھارہ دن تک خوب کھایا پھر جب ہم مدینے پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ رزق (سمندر سے) نکالا تھا، کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ، تو بعض صحابہ نے کچھ (خشک کیا ہوا) گوشت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا۔ اسی روایت میں ہے کہ یہ عنبر مچھلی اتنی بڑی تھی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی دو پسلیاں (کانٹے) لے کر قینچی بنا کر کھڑی کر دو، پھر سب سے طویل القامت شخص کو اونٹ پر سوار کر کے اس کے نیچے سے گزارا تو سوار کا سر قینچی سے نہیں لگا۔

امام بخاری نے یہ روایت صحیح بخاری کی کتاب الشرکۃ ص ۳۳۷ اور کتاب الجہاد کے باب حمل الزاد علی الرقاب ص ۴۱۱ اور کتاب الغزوات کے باب غزوہ سیف البحر ص ۶۲۶ اور کتاب الذبائح والصید کے باب قول اللہ احل لکم صید البحر ص ۸۲۶ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرامؓ نے اس عظیم الجثہ سمندری جانور کو حوت اور عنبر سے تعبیر فرمایا اور اس کا گوشت کھایا اور آنحضرت ﷺ نے ان کے اس فعل کی تصویب فرمائی اور اس کو ''رزق اخرجه الله لکم''، فرمایا اور خود بھی تناول فرمایا۔ پس عنبر کے مچھلی ہونے اور اس کے حلال ہونے کی یہ مخصوص اور صریح دلیل ہے اور ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ عنبر اور بال ہم معنی ہیں یا عنبر بال کی ایک قسم ہے اور بال اور وہیل ہم معنی اور ایک ہی جانور کے نام ہیں لہٰذا وہیل کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ (کفایت المفتی ۹/۱۲۰۔۱۲۴)

اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تکملہ فتح الملہم'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ''قوله تدعى العنبر: وهو السمك الذي يسمى ''البال'' او ''وهيل'' (WHALE) اليوم، وانما سمي بالعنبر، لان العنبر وهو الطيب المعروف يستخرج من امعاء وهو اكبر انواع السمك جسامة''
>
> (تکملہ فتح الملہم: ج۳:۳۰۔ مکتبہ دار العلوم کراچی)
>
> ''عنبر سے مراد وہی مچھلی ہے جسے آج کل بال یا وہیل (WHALE) بھی کہا جاتا ہے اور اسے ''عنبر'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عنبر جو کہ ایک مشہور ومعروف خوشبو کا نام ہے، اس کی آنتوں سے نکالی جاتی ہے اور یہ جسامت کے اعتبار سے مچھلی کی اقسام میں سب سے بڑی ہوتی ہے۔''

اس عبارت سے بھی واضح ہوگیا کہ ''وہیل'' مچھلی کی اقسام ہی میں سے نہیں بلکہ اس کا ایک اہم ترین فرد بھی ہے، اس لیے مچھلی کی دوسری تمام اقسام کی طرح یہ قسم بھی حلال اور طیب ہے اور اسے استعمال کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔

ہوام وحشرات

حشرات زمین پر چلنے والے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہتے ہیں اور ہوام زہریلے، کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۷/۳۲۸)

یہ تمام کے تمام حرام ہیں، سوائے جراد (ٹڈی) کے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"احلت لنا الميتتان الحوت والجراد" (مشکوٰۃ: ٣٦١)

"ہمارے لیے دو مردہ جانور حلال ہیں، ایک مچھلی دوسرا ٹڈی"

ہوام اور حشرات الارض کے حرام ہونے کی وجہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ **"ويحرم عليهم الخبائث"** ہے جو کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ ہے۔

نیز صاحب ہدایہ نے حشرات الارض کے حرام ہونے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے۔

﴿وانماتكره الحشرات كلها استدلا لابالضبع لانه من الحشرات﴾ (هدايه ۴/۴۲۵)

"حشرات کی کراہت تحریمی گوہ پر استدلال کرتے ہوئے ہے کیونکہ وہ بھی حشرات میں سے ہے (چونکہ وہ حرام ہے اس لئے دیگر حشرات الارض بھی حرام ہوں گے)۔"

طیور (پرندے)

پرندہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو ہوا میں اڑ سکتا ہو۔ اس کی حلت وحرمت کا قانون حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے۔

﴿حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يعني يوم خيبر الحمر الانسية ولحوم البغال، وكل ذى ناب من النباع و ذى مخلب من الطير﴾ (ترمذی: ١٤٧٨)

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن پالتو گدھوں اور اور خچروں کا گوشت حرام قرار دیا، نیز ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے

پرندے کو حرام قرار دیا (جو اس سے شکار کرے۔)''

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جو پرندے اپنے پنجوں سے شکار کر کے کھاتے ہیں انہیں کھانا حرام ہے، اس کے علاوہ پرندوں کو کھانا حلال ہے چنانچہ اس ارشاد نبوی کی روشنی میں علامہ الجزیری فرماتے ہیں۔

''ایسے تمام پرندوں کا گوشت حرام ہے جو پنجوں سے شکار کرتے ہوں مثلاً شکرا' باز' شاہین، گدھ، عقاب وغیرہ بخلاف ایسے پرندوں کے جن کے پنجے تو ہیں لیکن وہ ان سے شکار نہیں کرتے جیسے کبوتر وغیرہ، سو وہ حلال ہیں۔ احناف کے نزدیک اس کے علاوہ چمگاڈر' جنگلی ابابیل' گدھ' چیل وغیرہ حرام ہیں اور لٹورا، ہدہد، مکروہ ہیں اور مندرجہ ذیل جانور حلال ہیں۔

ہر قسم کی چڑیا، بٹیر، چنڈول، زرزوز (چکور جیسا پرندہ) بھڑ تیتر، چکور، بلبل، طوطا، شتر مرغ، مور، سارس، بطخ مرغابی۔'' (کتاب الفقہ ۲/۳)

برّی جانور

بری جانوروں میں وہ تمام جانور شامل ہیں جو خشکی اور زمین پر رہتے ہیں ان کی حلت وحرمت کیلئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضابطہ بیان فرمایا جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں بھی موجود ہے۔

﴿حرم رسول الله ﷺ ...... كل ذى ناب من السباع﴾

(ترمذی: ۱۴۷۸)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کو حرام بتایا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں علامہ الجزیری فرماتے ہیں۔

''وہ تمام درندہ جانور جو کچلیوں سے دوسروں پر حملہ کرتے ہیں، حرام ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ، ہاتھی، بندر، تیندوا اور بلی چاہے جنگلی ہو یا گھریلو۔

پس اس میں وہ کچلی کے دانت والے جانور داخل نہیں ہیں جن کے یہ (کچلی والے) دانت تو ہوں لیکن وہ ان سے دوسروں پر حملہ نہ کرتے ہوں جیسے اونٹ یہ حلال ہے، اس طرح زرافہ، ہرن، نیل گائے کی تمام اقسام حلال ہیں، گھوڑا مکروہ ہے۔'' (کتاب الفقہ :۲/۲)

حرام جانوروں کے بارے سورۂ مائدہ میں خصوصی احکام

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے چند حرام جانوروں اور ایسی چند صورتوں کا ذکر فرمایا ہے جس میں حلال جانور بھی حرام ہو جاتا ہے۔ آیت درج ذیل ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ﴾ (المائدہ: ۳)

اس آیت میں گیارہ حرام چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱) حرمت علیکم المیتة. تم پر مردار حرام کیے گئے۔ مردار سے مراد وہ جانور جو ذبح کے بغیر کسی بیماری کی وجہ سے یا طبعی موت سے مر جائیں تاہم اس میں دو چیزوں کی تخصیص احادیث سے ثابت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

﴿عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ احلت لنا میتتان الحوت والجراد﴾ (سنن ابن ماجه: ۳۲۱۸)

''ہمارے لیے دو مردہ چیزیں حلال ہیں، ایک مچھلی دوسری ٹڈی۔''

لہٰذا مچھلی اور ٹڈی، بغیر ذبح کے حلال ہیں۔

(۲) الدم: خون حرام کیا گیا۔ دوسری آیت میں ''او دما مسفوحا'' فرما کر بتایا کہ خون سے مراد بہنے والا خون ہے، اس لیے جگر اور حلال ہیں۔

(۳) لحم خنزیر: خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے اور لحم سے مراد اس کے پورے بدن کا گوشت ہے جس میں چربی، پٹھے وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۴) **وما اھل لغیر اللہ بہ:** چوتھا وہ جانور حرام کیا گیا ہے جو غیر اللہ کیلئے نامزد کیا گیا ہو، اگر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا تو یہ شرک ہے اور بالاتفاق مردار کے حکم میں ہے۔

(۵) **منخنقہ:** وہ جانور بھی حرام ہے جو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہو۔

(۶) **موقوذہ:** وہ جانور بھی حرام ہے جو شدید ضرب کے ذریعہ ہلاک ہوا ہو، جیسے لاٹھی یا بھاری پتھر کے ذریعہ۔

(۷) **متردیہ:** وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی پہاڑ، ٹیلہ، اونچی عمارت سے یا کنوئیں وغیرہ میں گر کر مر جائے۔

(۸) **نطیحہ:** وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی ٹکر یا تصادم سے ہلاک ہو گیا ہو، جیسے ریل گاڑی، کار وغیرہ کی زد میں آکر مر جائے یا دوسرا جانور ٹکر مار دے۔

(۹) **وما اکل السبع:** وہ جانور بھی حرام ہے جو کسی درندہ جانور نے خود ہی چیر پھاڑ کر مار دیا ہو۔

(۱۰) **ماذبح علی النصب:** وہ جانور بھی حرام ہیں جو مخصوص پتھروں پر بطور عبادت قربان کیے گئے ہوں۔

(۱۱) **استقسام بالا زلام:** قسمت آزمائی کے ذریعہ گوشت تقسیم کرنا بھی حرام ہے۔

نوٹ: ان اقسام میں سے **منخنقہ، موقوذہ، متردیہ، نطیحہ** اور **ما اکل السبع** کی تفصیل تو شکار کے ابواب میں آئے گی۔ (انشاء اللہ)

البتہ یہاں اس بات کی وضاحت ضرورت ہے کہ قسمت آزمائی کے ذریعے گوشت تقسیم کرنے سے کیا مراد ہے؟

دراصل قریش کا سب سے بڑا بت زمانہ جاہلیت میں ''ہبل'' تھا جو کہ کعبہ مشرفہ کے اندر نصب تھا، ہدایا اور تحائف اسی میں ڈالے جاتے تھے۔ اس کے پاس سات تیر رکھے ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوتا تھا مثلاً یہ کام کرلو، یہ کام نہ کرو وغیرہ۔

اہل عرب جب بھی کوئی کام کرنا چاہتے تو مجاور کعبہ کو نذرانہ دے کر قسمت آزمائی کرواتے تھے اور جو تیر نکل آتا اس پر لکھے ہوئے کے مطابق آنکھیں بند کر کے عمل کر لیتے تھے، قربانی کے جانوروں میں گوشت کی تقسیم بھی ایسے ہی ہوتی تھی جس کی وجہ سے کسی کو زیادہ ملتا اور کسی کو کم اور کسی کو کچھ بھی نہ ملتا تھا۔ قرآن کریم نے اس طریقے سے حاصل ہونے والے گوشت کو حرام اور خود طریقے کو ناجائز قرار دیا۔

جھینگے کی شرعی حیثیت

گزشتہ صفحات میں ضابطے کے اعتبار سے جو وضاحت سپرد قلم ہو چکی، اس کے بعد گو کہ الگ سے ''جھینگے'' کے اوپر بحث کرنے کی ضرورت تو نہیں رہ جاتی تاہم چونکہ دور حاضر میں یہ بھی بحث و تحقیق کا ایک میدان بن چکا ہے اور دو مختلف رائے سامنے آ رہی ہیں اس لیے بقدر ضرورت اس پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس پہلو پر غور کرنا ضروری ہے کہ آیا اسے مچھلی قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ کیا اس پر مچھلی کی تعریف صادق بھی آتی ہے یا نہیں؟ سو متقدمین حضرات اسے مچھلی قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ ابن درید نے جمہرہ میں، فیروز آبادی نے قاموس میں اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں جھینگے کے مچھلی ہونے کی تصریح کی ہے اور دمیری ہی کی حیوۃ الحیوان پر اعتماد کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے مچھلی ہی قرار دیا ہے، اس اعتبار سے اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں۔

جبکہ گزشتہ صفحات میں مچھلی کی جو تعریف کی ذکر کی گئی ہے وہ جھینگے پر صادق نہیں آتی کیونکہ جھینگے میں نہ تو ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ گلپھڑوں سے سانس لیتا ہے اس اعتبار سے جھینگا مچھلی ہونے سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ بقول ماہرین حیوانات یہ تو کیکڑے کے خاندان کا ایک فرد ہے اس لیے اسے کھانا جائز نہیں ہونا چاہیے۔

اب رہی یہ بات کہ کیا ہم جھینگے کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ سو اس سلسلے میں ایک فتویٰ ہے اور ایک تقویٰ، فتویٰ یہ ہے کہ جھینگا کھانا جائز ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ نہ کھانا ہی بہتر ہے۔ (تکملہ فتح الملہم ۳/۵۱۳)

باب دوم

﴿ دباغت اور حیوان کی کھال ﴾

جانوروں کی حلت اور حرمت واضح ہونے کے بعد اب یہ بات واضح ہونا ضروری ہے کہ مختلف جانوروں کے جسم پر جو مختلف فوائد اور منافع سے بھرپور کھالیں موجود ہوتی ہیں، شریعت اسلامیہ نے اس سلسلے میں ہمیں کیا تعلیمات فراہم کی ہیں؟ کون سے جانوروں کی کھالیں استعمال کرنے کی اجازت ہے؟ اور ان کھالوں کو زیر استعمال لانے سے قبل انہیں محفوظ اور جسم کی بدبو زائل کرنے کیلئے کون سے طریقے اختیار کرنا جائز ہیں؟

ان تمام سوالات کے جواب آپ زیر نظر باب میں ملاحظہ فرمائیں گے تاہم اتنی بات یہاں بھی ذکر کرتے چلیں کہ شریعت کی باریک بینی متشرعین کے سامنے اس مسئلہ میں بھی واضح ہے اور وہ یہ کہ زندگی کا کوئی بھی معاملہ ہو خواہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے جسم کی کھال سے جوتے اور سردی دور کرنے کیلئے جرسیاں اور سوئٹرز ہی بنانا ہوں، اگر اسے تعلیمات شرعیہ کی روشنی میں کرلیا جائے، تو وہ کام نہ صرف یہ کہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے بلکہ کار ثواب اور عبادت بھی بن جاتا ہے۔

دباغت کا لغوی معنی

دباغت کو عربی میں دبغ بھی کہتے ہیں جس کا معنی ہے:

﴿ازالة النتن و الرطوبة من الجلد﴾ (المنجد: ۲۰۷، لاروس: ۵۲۳)

''کھال سے بدبو اور نمی کو زائل کرنا''

دباغت کو اردو میں ''کھال رنگنا'' بھی کہتے ہیں جیسا کہ المنجد ص ۳۱۱ سے معلوم ہوتا ہے۔

دباغت کی اصطلاحی تعریف

﴿الدباغ هو ما يمنع عود الفساد الى الجلد عند

حصول الماء فيه﴾ (البحر الرائق: ۱/۹۹)

''دباغت ایسے طریقہ کار کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کھال پانی لگنے کی وجہ سے دوبارہ خراب نہیں ہوتی۔''

دباغت کی اقسام

شرعی اعتبار سے دباغت کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) دباغت حقیقی

(ب) دباغت حکمی

دباغت حقیقی کی تعریف

علامہ ابن نجیم دباغت حقیقی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

﴿فالحقيقي هو ان يدبغ بشيئى له قيمة كالشب والقرظ والعضص و قشور الرمان ولحى الشجر و الملح وما اشبه ذالك﴾ (البحر الرائق: ۱/۹۹)

''دباغت حقیقی کہتے ہیں کہ کھال کو ایسی چیز سے رنگنا جس کی قیمت ہو مثلاً شب (پھٹکری) قرظ (درخت سلم کے پتے) عفص (درخت مازو یا درخت بلوط) قشور الرمان (انار کے چھلکے) لحی الشجر (درخت کی چھال) وغیرہ کے ذریعہ رنگنا۔''

دباغت حکمی کی تعریف

اسی طرح علامہ ابن نجیم ہی دباغت حکمی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

﴿والحكمى ان يدبغ بالشمس والتتريب والالقاء في الريح لابمجرد التجفيف﴾ (بحوالہ مذکورہ)

''دباغت حکمی کہتے ہیں کہ دھوپ میں یا مٹی میں یا ہوا میں ڈال کر کھال کی نمی اور رطوبت کو ختم کرنا لیکن بغیر کچھ کیے محض خشک ہونے

سے کھال دباغت شدہ شمار نہیں ہوگی۔''

دباغت حقیقی اور حکمی میں فرق

دباغت حقیقی اور حکمی کے تمام مسائل میں ایک جیسا حکم ہے لیکن ایک مسئلہ میں فرق ہے اور وہ یہ کہ دباغت حکمی کے بعد اگر کھال کو پانی پہنچ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق (۱/۱۰۰) کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

دباغت سے متعلق احادیث نبویہ

دباغت کے بارے بہت سی معتبر اور مستند روایات ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں لیکن اختصار کی غرض سے ان میں سے چند ایک کو یہاں درج کیا جاتا ہے تا کہ ان سے احکام معلوم کیے جا سکیں۔

(۱) ﴿عن ابن عباس قال وجد النبی ﷺ شاة میتة اعطیتها مولاة لمیمونة من الصدقة قال النبی ﷺ هلاّ انتفعتم بجلدها قالوا انها میتة قال انما حرم اکلها﴾

(بخاری شریف: ۱۴۹۲)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مالِ زکوٰۃ میں سے جو بکری حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو دی گئی تھی، حضور ﷺ نے اسے راستے میں مرا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال سے کیوں فائدہ نہ اٹھایا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو مردار ہے، تو فرمایا صرف اسے کھانا حرام ہے (باقی کسی اور جائز طریقے سے فائدہ اٹھانا منع نہیں)۔''

(۲) ﴿عن سودة زوج النبی ﷺ قالت ماتت شاة لنا فدبغنا مسکها فما زلنا ننبذ فیها حتیٰ صارت شنا﴾

(نسائی: ۴۲۴۵)

''رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہؓ فرماتی ہیں کہ ہماری

بکری مر گئی تو ہم نے اس کی کھال کو رنگا اور اس میں نبیذ (کھجور کا شربت) بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہو کر سوکھ اور سکڑ گئی۔"

(۳) ﴿عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ ایما اھاب دبغ فقد طھر﴾ (نسائی: ۴۲۴۶)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کھال کو دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔"

(۴) ﴿عن ابن وعلة انه سال ابن عباس فقال: انا نغزو ھذا المغرب و انھم اھل وثن و لھم قرب یکون فیھا اللبن والماء؟ فقال ابن عباس: الدباغ طھور، قال ابن وعلة: عن رایک اوشئ سمعته من رسول الله ﷺ؟ قال: بل عن رسول الله ﷺ﴾ (نسائی: ۴۲۴۷)

"ابن وعلہ نامی ایک صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ہم لوگ مغربی لوگوں سے جہاد کرتے ہیں، وہ چونکہ بت پرست ہیں اور ان کے پاس مشکیزوں میں دودھ اور پانی ہوتا ہے (اس لیے ہم متحیر رہتے ہیں کہ ان کا یہ مشکیزہ پاک ہوگا یا نہیں؟) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا "دباغت سب سے بڑی پاکی ہے، ابن وعلہ کہنے لگے کہ حضرت! یہ آپ کی رائے ہے یا اس کا مدار کسی فرمان نبوی پر ہے؟ فرمایا فرمان نبوی پر۔"

(۵) ﴿عن سلمة بن المحبق ان النبی ﷺ فی غزوة تبوک دعا بماء من عند امرأة قالت ما عندی الافی قربة لی میتة قال الیس قد دبغتھا قالت بلیٰ قال فان دباغھا ذکاتھا﴾ (نسائی شریف: ۴۲۴۸)

"حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک عورت سے پانی منگوایا، عورت نے کہا میرے پاس تو صرف ایک مردار (کی کھال) کے مشکیزہ میں پانی ہے، آپ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دباغت نہیں دی تھی، اس نے کہا دباغت دی تھی، آپ نے فرمایا: کھال کو دباغت دینا اسے پاک کرنا ہی تو ہے۔"

(۲) ﴿عن عائشةؓ قالت سئل رسول الله ﷺ عن جلود الميتة فقال دباغها ذكاتها﴾ (نسائی شریف: ۴۲۵۰)

"رسول اللہ ﷺ سے مردار کی کھالوں کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا انہیں دباغت دینا ہی انہیں پاک کرنا ہے۔"

(۷) ﴿عن ميمونة (وفي اخر الرواية) قال رسول الله ﷺ يطهرها الماء والقرظ﴾ (نسائی: ۴۲۵۳)

"ارشاد نبوی ہے کہ مردار کی کھال کو پانی اور درخت سم کے پتے پاک کر دیتے ہیں۔"

(۸) ﴿عن عبدالله بن عكيم قال كتب الينا رسول الله ﷺ ان لا تستمتعوا من الميتة باهاب ولا عصب﴾

(نسائی: ۴۲۵۵)

"عبداللہ بن عکیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں لکھا کہ مردار کے کچے چمڑے (بغیر دباغت) سے فائدہ نہ اٹھاؤ اور نہ اس کے پٹھے سے"

(۹) ﴿عن ابی المليح عن ابيه ان النبی ﷺ نهى عن جلود السباع﴾ (نسائی: ۴۲۵۸)

"ابوالملیح اپنے والد صاحب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

﴿عن خالد قال وفد المقدام بن معدی کرب علی

معاویۃ فقال له انشدک بالله هل تعلم ان رسول الله ﷺ نهی عن لبوس جلود السباع والرکوب علیها قال نعم" (نسائی: ۴۲۶۰)

"خالد کہتے ہیں کہ مقدام بن معدی کرب حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سواری کرنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں"

﴿دباغت کے احکام﴾

(الف) دباغت کے بغیر پاک کھال

حلال جانوروں کو اگر شرعی طریقہ سے ذبح کیا جائے تو ان کی کھال بغیر دباغت کے بھی پاک ہے اور حلال بھی ہے اور حرام جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت اور کھال بغیر دباغت کے پاک ہوتی ہے لیکن گوشت اور کھال حلال نہیں ہوتے جیسا کہ البحر الرائق (۱/۱۰۶) پر مذکور ہے۔

اس موقع پر ہوسکتا ہے کہ کسی قاری کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ پاک اور حلال میں کیا فرق ہے کہ حرام جانور کا گوشت اور کھال دباغت کے بغیر پاک تو ہوتے ہیں لیکن حلال نہیں ہوتے؟ اس کا جواب ایک مثال کے ذریعے وضاحت سے سمجھ میں آسکتا ہے اور وہ یہ کہ آپ راستے میں جارہے تھے، اچانک کسی حرام جانور کا گوشت آپ کے کپڑوں سے چھو گیا، ادھر نماز بھی تیار تھی، اگر کپڑے دھونے یا بدلنے میں لگتے ہیں تو جماعت رہ جاتی ہے، آپ جماعت کو ترجیح دیتے ہوئے نماز پڑھ لیتے ہیں، آپ کی نماز بالکل صحیح ہوگئی، یہ تو ہے پاک ہونا، رہا اس کا کھانا سو وہ حرام ہے کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو چیز پاک ہو اسے کھانا بھی جائز ہو ورنہ تو کاغذ، قلم، کپڑے اور اس طرح کی دیگر بہت سی پاک اشیاء بھی لوگ کھانا شروع کردیں۔

(ب) دباغت کے بعد پاک ہونے والی کھال

مردار (حلال جانور ذبح یا شکار کے بغیر مرنے والے) کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر حرام جانور کی کھال بھی دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے (لیکن حلال نہیں ہوتی۔)

(ج) دباغت کے باوجود ناپاک کھال

خنزیر اور انسان کی کھال دباغت کے باوجود بھی ناپاک رہتی ہے اس لیے کہ خنزیر نجس العین ہے، اگر اسے ذبح بھی کر لیا جائے تب بھی کھال پاک نہ ہوگی اور انسان کی عزت و شرافت کی وجہ سے اس کی کھال دباغت کے باوجود پاک نہیں ہوتی۔

(د) جو کھال پاک ہو جاتی ہے، اس پر نماز پڑھنا، اس کا مشکیزہ بنا کر پانی وغیرہ ڈالنا اور پینا، اس سے وضو کرنا سب درست ہے۔

(ہ) درندوں کی کھال بھی ذبح کرنے یا کھال کو دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے لیکن حدیث میں جو درندوں کی کھالوں کے پہننے کی ممانعت آئی ہے اسے محدثین نے احتیاط پر محمول کیا ہے ورنہ ایسی پاک کھالیں پہننی جائز ہیں۔ جیسا کہ مرقات (۲/۷۴) سے معلوم ہوتا ہے۔

دباغت کا جدید طریقہ کار

آج کل جو دباغت کے جدید ترین طریقے استعمال کیے جاتے ہیں ان کا مطالعہ کرنے کی غرض سے مشہور جفت ساز فیکٹری ''باٹا'' جانا ہوا جہاں جدید طریقہ دباغت جسے وہ لوگ استعمال کرتے ہیں، کا معائنہ کرنے کا اتفاق ہوا وہ لوگ پہلے کھال کو مختلف ادویات لگاتے ہیں، پھر ان کو کیمیکلز میں ڈبوتے ہیں اس کے بعد جدید ترین مشینری کے ذریعے اسے خشک کرتے ہیں، پھر مشینوں کے ذریعے اسے دباتے ہیں، اس کے بعد اس پر مختلف رنگ کیے جاتے ہیں۔ اس جدید طریقہ کو شرعی طور پر دباغت حقیقی میں شمار کیا جائے گا اور اس سے بنے ہوئے جوتے وغیرہ پانی لگنے سے دوبارہ ناپاک نہ ہوں گے۔

باب سوم

گھڑ دوڑ، ریس

اسلام انسان کی تمام ضروریات پوری کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور سطح زمین پر یہ بلند بانگ دعویٰ اگر کوئی مذہب کرسکتا ہے اور عملی صورت میں اس کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تو وہ واقعتہً اسلام ہے۔ چنانچہ اسلام صرف چند عبادات اور چند مخصوص اعتقادات کا نام نہیں بلکہ وہ عبادات، اعتقادات، معاشرتی زندگی، معاشی زندگی، اور اخلاقی زندگی غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایک کامل اور مکمل رہنمائی پیش کرتا ہے۔

مثلاً تفریح انسان کی معاشرتی زندگی کا ایک حصہ ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا بجا طور پر ہر انسان کا فطری حق ہے اور یہ ایک ضابطہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اسلام کبھی بھی فطرت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور نہ ہی خلاف فطرت امور کا حکم دیتا ہے۔ بہرحال! تفریح کی مختلف صورتیں ہر زمانے میں اپنے اپنے رواج کے مطابق لوگ اختیار کرتے ہیں، گھڑ دوڑ اور گھوڑوں کی ریس ایک عمدہ اور نفع بخش تفریح ہونے کے ساتھ ساتھ ذہن سازی کا بھی ایک بہترین طریقہ ہے۔

اسپ دوانی کی ضرورت واہمیت اور اس کا شرعی جائزہ

اسلام میں گھوڑے پالنے اور ان پر محنت کرنے کی بہت رغبت دلائی گئی ہے اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت کی نشاندہی کی گئی ہے اور اس پر قرآن و حدیث کی شہادت بھی موجود ہے۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں جدید ایجادات نے گھوڑے کی ضرورت سے کسی حد تک فارغ کردیا ہے، میدان جہاد میں ان کی جگہ ٹینک اور جہاز آگئے ہیں اور شہری زندگی میں ان سواریوں کی جگہ کاروں نے لے لی ہے لیکن قرآن کریم میں جہاد کیلئے ہر طرح کی عصری قوت جمع کرنے کے حکم کے ساتھ گھوڑے باندھنے کو ایک علیحدہ مستقل حکم کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور حدیث کی رو سے گھوڑوں کی برکت قیامت تک

کیلئے موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال: ٦٠)

''اور تم (دشمن کے مقابلے میں) جتنی قوت مہیا کر سکتے ہو کرو اور جتنے بھی گھوڑے باندھ سکتے ہو بہم پہنچاؤ جن کے ذریعے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ۔''

گھوڑے باندھنے کا یہ حکم قرآنی قیامت تک کے لئے ہے اور سائنسی ایجادات اپنی جگہ خواہ کتنی ہی ترقی کر لیں، گھوڑوں کا پالنا اور انہیں باندھنا پھر بھی ضروری ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اچھے گھوڑے پالنے اور باندھنے میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ''البرکة فی نواصی الخیل'' گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو بخاری شریف: حدیث نمبر ۲۸۵۱

حضرت عروہ بن جعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''الخیل معقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیمة'' گھوڑوں کی پیشانیوں پر بھائی بندھی ہے اور اس کے بعد تصریح ہے کہ ان کا اجر اور غنیمت قیامت تک حاصل ہوتا رہے گا۔ (بخاری شریف: ۲۸۵۰)

گھوڑوں کی اس خیر و برکت کا وعدہ قیامت تک کیلئے کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر طرح کی سائنسی اور صنعتی ترقی کے باوجود اچھے گھوڑوں کی ضرورت باقی رہے گی اور ان کی برکت بھی ملتی رہے گی چنانچہ حالات گواہ ہیں کہ پہاڑی علاقوں میں اب بھی گھوڑے وہ کام کر آتے ہیں جو ٹینک کبھی ان علاقوں میں نہیں کر سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے دوڑانے کیلئے اتنی رغبت دلائی کہ اس پر مخصوص انداز سے شرط لگانا اور انعام ٹھہرانا بھی درست فرمایا اور اس کے کھیلوں کو بھی درست قرار

دیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''لاسبق الافی نصل او خف او حافر'' (ترمذی شریف:۱۷۰۰)

''کھیل کے کسی مقابلے میں شرط باندھنا جائز نہیں مگر اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ اور نیزہ بازی میں۔''

نیل الاوطار میں سبق کا معنی لکھا ہے۔''قوله سبق''،مایجعل السابق علی سبقة من جعل ''(سبق کے معنی بازی کی وہ رقم جو دوڑ جیتنے والے گھوڑے کیلئے مقرر کی جاتی ہے)۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔نیل الاوطار: (۸/۸۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔''ان النبی صلی الله علیه وسلم سابق بین الخیل وراهن ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ لگوائی اور انعام کی شرط بھی لگائی۔اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو فتح الباری: ۶/۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اسپ دوانی کرتے تھے اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گھڑ دوڑ فرماتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔''واللّٰه لقد راهن علی فرس یقال له سبحة۔''

''ہاں خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سبحہ نامی ایک گھوڑے سے اسپ دوانی فرمائی۔'' (نیل الاوطار: ۸/۸۲)

یکطرفہ شرط کی مشکلات

اس دور میں جب تمام ضرورتیں گھوڑے کے بغیر پوری ہو رہی ہوں اور گھوڑے کی جگہ جدید ایجادات عام ہو چکی ہوں، محض کھیل کیلئے گھوڑے پالنا بہت مشکل ہو گیا ہے، ایک اچھا گھوڑا پالنے پر چوبیس ہزار روپے کے قریب سالانہ خرچ آتا ہے، اس لئے عام لوگوں کیلئے ممکن نہیں کہ وہ اپنے طور پر گھوڑے پالیں یا کسی کے گھوڑے پر یکطرفہ انعام کی بازی اور اس طرح بغیر کسی امکانی نفع کے اچھے گھوڑوں کی پرورش پر انعام دیتے رہیں۔ اس لیے یکطرفہ شرط کے ساتھ گھوڑوں کا کھیل اور انعام سے اس کی حوصلہ افزائی موجودہ حالات میں کسی طرح ممکن نہیں۔

رہی دو طرفہ شرط تو یہ اسلام میں حرام ہے کیونکہ جوا اور قمار ہے۔ قمار کی راہ سے اسپ دوانی اور اعلیٰ نسل کے گھوڑے پالنے کی ترغیب ایک اسلامی ملک میں ہرگز لائق پذیرائی نہیں۔

اس صورت میں یہ سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ پھر اسلامی ریاست میں اعلیٰ نسل کے گھوڑے پالنے اور اسپ دوانی پر محنت کیسے ہو؟ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ اس مشکل کا حل اسلامی تعلیمات سے نکالے، جب یہ دین، دین فطرت ہے تو ضروری ہے کہ اس میں ہر مشکل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں واضح ہو کر امت کے سامنے پیش کیا جائے۔

مشکل کا حل

چنانچہ اس مشکل مسئلہ میں آنحضرت ﷺ نے مذکورہ صورت قمار سے نکلنے کی ایک راہ بیان فرمائی کہ اس کھیل میں حصہ لینے والے اگر دو سے زائد ہو جائیں اور معاملے کی کوئی ایسی صورت بنے کہ ایک گھوڑے پر کوئی شرط لگے اور وہ گھوڑا بھی دوسرے شرط والے گھوڑوں کے برابر کی حیثیت کا ہو، اگر یہ گھوڑا جیت جائے تو دوسروں پر لگی شرط اس کو مل جائے اور اگر وہ ہارے تو اس کا کچھ نقصان نہ ہو اس دوسری صورت میں باقی فریق آپس میں سباق کی رقم لیں گے اور دیں گے بھی اور یہ ان کیلئے قمار نہیں رہے گا۔ یہ قمار اس صورت میں تھا کہ مقابلے میں حصہ لینے والے ہر گھوڑے کیلئے نفع نقصان میں سے ایک صورت ضرور لاحق ہو اور وہ اس مذکورہ صورت میں نہیں ہے کیونکہ اس صورت کے مطابق ایک گھوڑا بغیر شرط کے اس کھیل میں آ چکا ہے جو جیتنے کی صورت میں نفع تو لے گا لیکن ہارنے کی صورت میں اس پر کوئی نقصان نہ آئے گا۔

بظاہر یہ صورت بھی قمار ہی محسوس ہوتی ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے نہ صرف یہ کہ جائز قرار دیا بلکہ اسے قمار ہونے سے بھی خارج قرار دیدیا اس طرح مختلف فریقوں کی باہمی شرط پر انعام سباق بھی جاری رہا اور صورت عمل قمار سے بھی خارج ہوگئی۔ محدثین کا حدیث کی کتابوں میں اس قسم کے باب باندھنا پتہ دیتا ہے کہ مسلمان علماء اس

ابتدائی دور میں گھوڑوں کے کھیل کی اس ضرورت سے غافل نہ تھے۔ وہ گھوڑا جو باقی شرط والے گھوڑوں کی کھیل کو بھی شرعی اور جائز کر دے، محلل کہلاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿من ادخل فرسا بين فرسين وهو لا يامن ان يسبق فليس بقمار ومن ادخل فرسا بين فرسين وهو يا من ان يسبق فهو قمار﴾ (سنن ابن ماجه: ۲۸۷۶)

''جس نے دو گھوڑوں کی بازی والی دوڑ میں اپنا گھوڑا داخل کیا اور اسے اندیشہ ہے کہ وہ آگے بڑھ جائے گا تو اس صورت میں یہ جوا نہیں اور جس نے دو گھوڑوں میں اپنا گھوڑا ڈالا اور اسے یقین ہے کہ آگے بڑھ جائے گا تو یہ صورت قمار ہے۔''

فقہاء کرام نے اس گھڑ دوڑ کی شرط میں لکھا ہے۔

﴿ ان المسابقة بين الخيل يجب ان يكون امدها معلوما وان تكون الخيل متساوية الاحوال او متقاربة وان لايسابق المضمر مع غيره وهذا اجماع من العلماء﴾

(عمدة القارى: ۷/۱۶۰)

''گھوڑ دوڑ میں مسافت کا معلوم ہونا ضروری ہے اور گھوڑوں کا برابر کے درجہ میں ہونا یا برابری کے قریب ہونا بھی ضروری ہے، اس پر علماء کا اجماع ہے۔''

اور پھر یہ بھی لکھا ہے۔

﴿وقال محمد ادخال الثالث انما يكون حيلة اذاتوهم سبقة كذافى التتمة ويشترط فى المسابقة فى الحيوان تحديد المسافة﴾ (عمدة القارى: ۷/۱۶۱)

دوڑ کے گھوڑوں کیلئے متساویۃ الاحوال (برابر کی حالت کے) ہونے کے ساتھ ساتھ مقاربۃ الاحوال (ایک دوسرے کے قریب قریب ہونے) کی بھی گنجائش ہے اس دوسری صورت میں کم وبیش نظر آنے والے گھوڑے کو اگر (Handi cap) (مناسب چھوٹ یا چڑھاؤ) دی جائے تو یہ کسی نص کے خلاف نہیں بلکہ حکم کے عین مطابق ہے۔

فائدہ: محلل کیلئے ضروری نہیں کہ وہ ایک ہی ہو، محلل کے طور پر ایک سے زیادہ گھوڑے بھی داخل کیے جاسکتے ہیں اور ہر ایک کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ شرط لگے گھوڑوں کے ساتھ متساویۃ الاحوال یا مقاربۃ الاحوال ہوں۔

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ شرط والے گھوڑے دو ہی ہوں زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔

لاہور ریس کلب نے اسپ دوانی کے سلسلے میں چند امور کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس زمانے میں جب کہ اخلاص اور نیک نیتی کی بہت کمی ہے اور گھڑ دوڑ میں محلل کے داخل کرنے کا عمل جو اسے قمار سے نکال کر حلال ٹھہراتا ہے۔ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ محلل کے حالات اور شروط پر کڑی نگرانی رکھے۔ اس میں ذراسی بد نیتی اسے قمار بنا دے گی اور صحیح احتیاط اسے حلال ٹھہرائے گی۔ صحیح طریق کار اختیار کرنے سے گھوڑوں کی مناسب پرورش بھی جاری رہے گی اور گھوڑوں کی اہمیت کے اسلامی تقاضے بھی پورے ہوں گے۔

محلل گھوڑے اگر بیرونی افراد کی طرف سے آئیں تو اندیشہ ہے کہ Book Makers ان میں کسی سے کوئی خفیہ معاملہ طے کر کے گھوڑوں کے کھیل کو حلال کے بجائے پھر قمار کی حد میں داخل کردیں لیکن یہ محلل گھوڑے اگر بیرونی افراد کے نہ ہوں بلکہ خود انتظامیہ کے ہوں اور انتظامیہ اس صورت میں کہ اس کا محلل جیت جائے تو شرط پر لگے گھوڑوں سے حاصل شدہ رقم مجموعی طور پر اپنے پاس نہ رکھے، اخراجات وضع کرنے کے بعد اسے وہ رقم لگانے والوں کو ہی بطور انعام واپس کردے تو اس صورت میں محلل کے غلط استعمال کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے گا۔

(How to encourage horse breeding in Pakistan p 86)

آنحضرت ﷺ نے اگر اسپ پروری اور اسپ دوانی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے محلل کا حیلہ تجویز فرمایا تو اب اسے سرے سے ہی بند کر دینا یقیناً ایک غیر اسلامی فعل ہوگا۔ اس لیے اسلامی حکومت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ گھڑ دوڑ کے تمام غیر اسلامی پہلو ختم کر کے اور اس کے جملہ احتمالات مرتفع کر کے اسپ دوانی کو اسلامی شکل دے جس میں مختلف فریق اس کیلئے انعامی شرطیں بھی لگائیں اور یہ عمل قمار بھی نہ ہو۔

قرآن کریم میں اگرچہ قمار کو عمل شیطان فرمایا گیا ہے لیکن قمار کی تعریف اور حد بندی قرآن کریم میں مذکور نہیں۔ سواسے ہمیں حدیث کی روشنی میں اور تجویز محلل کی روشنی میں طے کرنا چاہیے۔ محلل کی حدیث کا ماننا قرآن کریم کے کسی طرح بھی خلاف نہیں بلکہ یہ اس عمل کی تفصیل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو روکا ہے۔

ایک دوسری مشکل

لاہور ریس کلب نے اس سلسلے کی مشکلات بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ

> ''اچھے گھوڑے پالنے پر اس قدر خرچ اٹھتا ہے کہ صرف مالکوں کی انعامی شرط پر ان اخراجات کا تحمل نہیں کیا جا سکتا، سو مالک کے ساتھ پبلک کے کچھ لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ اب اس گھوڑے پر مالک اور اس کے شرکاء کی اکٹھی رقم شرط میں لگتی ہے۔ اس زرکثیر سے گھوڑوں کی حوصلہ افزائی اور ان کے مالکوں کی ہمت آزمائی ہوتی ہے۔ ہار اور جیت میں مالک اور اس کے شرکاء اپنی اپنی رقم کی نسبت سے نفع اور نقصان میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ صرف محلل ہے جو ہارنے کی صورت میں شریک نقصان نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ مالک اور اس کے شرکاء جن کے حصے کم و بیش ہوتے ہیں کیا آپس میں شرکت کر سکتے ہیں؟''

مشکل کا حل

اسلام میں اس مشکل کو بھی حل کیا گیا ہے جس کیلئے یہ ضابطہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ شرکت کیلئے ضروری نہیں کہ ہر ایک کا حصہ برابر ہو، مختلف حصوں سے بھی شرکت جائز ہے۔ البتہ نفع نقصان میں اپنے حصے کے مطابق برابر کی نسبت ہونی چاہیے۔ شرکت میں توکیل شرط ہے کہ ایک فریق دوسرے کی وکالت کر سکے سو اسی صورت میں گھوڑے کا مالک اگر اپنے شرکاء شرط کی وکالت کرے اور جو انعام جیتے شرکاء کے حصے کا انعام اس کی اجازت سے اس کے شرکاء میں تقسیم ہو یا وہ اس ادارے کو جو ان کھیلوں کا انتظام کر رہا ہے اس کا اختیار دے دے تو اس صورت میں شرکت کا کوئی اصول نہیں ٹوٹتا۔ یہ شرکت عنان ہے اور بالاجماع جائز ہے۔

چنانچہ محقق ابن ھمام لکھتے ہیں۔

﴿التوكيل بالمجهول لايصح قصداً ويصح ضمنا حتى صحت المضاربة مع الجهالة لانها توكيل بشراء شئى مجهول فى ضمن عقد المضاربة فكذا هذا واقرب منه شركة العنان فانها جائزة بالجماع﴾ (فتح القدير: ۳۱۴/۵)

اسپ دوانی (گھڑ دوڑ) کی جائز صورتیں

مندرجہ ذیل تمام صورتوں میں جواز کیلئے دو صورتیں لازم ہیں۔ اول یہ کہ اس کام کا مقصد محض کھیل تماشہ نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا جسمانی ورزش ہو۔ دوسرے یہ کہ جو انعام مقرر ہو وہ معلوم اور متعین ہو، مجہول یا غیر معین نہ ہو (شامی وغیرہ)

(۱) مشروط معاوضہ پر گھڑ دوڑ کی ایک جائز صورت یہ ہے کہ فریقین جو اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں، انہیں آپس میں کسی کو کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت وقت یا کسی تیسرے شخص یا جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے کیلئے مقرر ہو چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں ہے۔

﴿کذلک ما یفعله السلاطین وھو ان یقول السلطان لرجلین من سبق منکما فله کذا فھو جائز لما بینا ان ذلک من باب التحریض علی استعداد اسباب الجهاد خصوصاً من السلطان﴾ (بدائع الصنائع: ۲۰۶/۶)

۲) دوسری صورت یہ ہے کہ آگے بڑھنے والے کیلئے معاوضہ یا انعام فریقین ہی سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو دوطرفہ شرط نہ ہو، مثلاً زید اور عمر گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگا رہے ہیں۔ زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اسے ایک ہزار روپے انعام دوں گا، دوسری طرف سے یہ نہ ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو عمر ایک ہزار روپے دے گا کیونکہ دوطرفہ شرط کی صورت قمار ہے اور حرام ہے۔

۲) فریقین میں دوطرفہ شرط بھی حنفیہ کے نزدیک ایک خاص صورت میں جائز ہے اور وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھوڑ سوار کو مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کرلیں پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔

الف) شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپے اسے دے اور عمر آگے بڑھے تو زید اتنی ہی رقم اس کو ادا کرے اور اگر خالد بڑھ جائے تو اسے کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔

(ب) شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید اور عمر دونوں اس کو ایک ایک ہزار روپیہ دیں گے اور زید و عمر دونوں یا ان میں سے کوئی آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں لیکن زید اور عمر میں سے جو آگے بڑھے دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے۔

ان دونوں صورتوں میں جو تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے، اسے حدیث کی صطلاح میں محلل کہا گیا ہے اور دونوں صورتوں میں یہ امر مشترک ہے کہ تیسرے آدمی کا معاملہ نفع وضرر میں دائر نہیں بلکہ ایک صورت میں اس کا نفع متعین ہے، دوسری صورت میں س کا کچھ نقصان نہیں۔

ایک اہم شرط

اس تیسری صورت کیلئے حدیث کی تصریح کے مطابق یہ شرط ضروری ہے کہ یہ تیسرا گھوڑا (خالد کا) زید اور عمر کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو، جس کی وجہ سے اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چالاک (پھرتیلا) ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو جیسا کہ عنقریب ہی یہ حدیث گزری۔

﴿من ادخل فرسا بین فرسین وھو لا یامن ان یسبق فلیس بقمار ومن ادخل فرسا بین فرسین وھو یامن ان یسبق فھو قمار﴾ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۶)

اسی طرح بدائع الصنائع میں شرائط جواز بیان کرتے ہوئے مندرجہ بالا پوری تفصیل لکھی ہے۔

گھڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

(۱) گھڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشہ یا روپیہ کی طمع کیلئے ہو اور استعداد قوت جہاد کی نیت نہ ہو۔

(۲) معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دو طرفہ ہو اور کسی کو اپنے ساتھ بتفصیل مذکورہ بالا ملایا جائے تو یہ قمار اور حرام ہے۔ (بدائع، شامی، عالمگیری)

(۳) ریس (گھڑ دوڑ) کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی کی طرف سے ہوتی ہے، گھوڑے کمپنی کی ملکیت اور گھڑ سوار اس کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں جس کی فیس انہیں داخل کرنی ہوتی ہے جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعام رقم مل جاتی ہے، باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے۔ یہ صورت مطلقاً قمار اور حرام ہے۔ اول تو اس ریس کا قوت جہاد پیدا کرنے سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق،

ثانیاً یہ کہ جو صورت معاوضہ رکھی گئی ہے کہ ایک مشق میں داؤ لگانے والے کو انعامی رقم ملتی ہے اور دوسری مشق میں اپنی دی ہوئی فیس سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ یہ عین قمار ہے جو کہ بنص قرآن حرام ہے۔" (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو، جواھر الفقہ :۲/۳۵۶)

تنبیہہ

(۱) مذکورہ بالا حرمت مروجہ ریس کے بارے ہے لیکن اگر جواز کی صورتوں کو مدنظر رکھ کر ریس کے قوانین میں تبدیلی کر لی جائے تو علمائے کرام سے مزید تحقیق کرنے کے بعد ریس میں حصہ لیا جائے کیونکہ جیسا کہ ابتدا میں ذکر کیا گیا کہ گھڑ دوڑ بذات خود صرف حلال ہی نہیں بلکہ جائز اور مستحب امور میں سے بھی ہے لیکن غلط طریقہ کار نے اسے قمار اور حرام بنا دیا ہے۔

(۲) یہی احکام اور تفصیل اونٹوں کی دوڑ کے بارے میں ہے۔

(۳) گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ کی دوڑ کے علاوہ کتوں اور دیگر جانوروں کی دوڑ اور مقابلہ کا بیان "جانوروں کے ذریعہ مختلف کھیل اور ان کا شرعی حکم" میں ہے۔

☆☆☆

باب چہارم

﴿حیوانات اور کھیل﴾

اس وقت پوری دنیا میں بالعموم اور دیہاتوں میں بالخصوص مختلف جانوروں کو مختلف قسم کی بازیوں کیلئے استعمال کیا جارہا ہے چنانچہ کہیں بٹیر بازی اپنے عروج پر ہے اور کہیں کبوتر بازی کا راج ہے کہیں مرغ لڑائے جاتے ہیں اور کہیں ان پر جوے کی صورت میں بڑی بڑی رقوم لگا دی جاتی ہیں جو ظاہر ہے کہ اسلام کی روح کے منافی ہے، زیر نظر باب میں ''حیوانات'' کو اس زاویے سے لیا گیا ہے۔

جانوروں کے ذریعے مختلف کھیل اور ان کا شرعی حکم

جانوروں کے ذریعہ بہت سے کھیل کھیلے جاتے ہیں، بعض کھیلوں میں جانور کو بطور سواری استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ''پولو'' وغیرہ اور بعض کھیل ان جانوروں پر ہی ہوتے ہیں۔ جیسے گھڑ دوڑ، کتوں، بلیوں، چوہوں کی دوڑ، کبوتر بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی وغیرہ۔ جانوروں کے کھیلوں کا شرعی حکم معلوم کرنے کیلئے ان کھیلوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(الف) مفید اور با مقصد کھیل۔

(ب) بے فائدہ کھیل یا محض تماشہ۔

مفید اور با مقصد کھیل

جانوروں کے ذریعے جن کھیلوں سے دینی یا دنیوی فوائد حاصل ہو سکتے ہوں، وہ جائز ہیں بشرطیکہ انہی فوائد کی نیت سے کھیلا جائے محض لہو ولعب مقصود نہ ہو نیز اس کی بازی پر کوئی معاوضہ یا انعام بطور شرط مقرر نہ کیا گیا ہو۔

چنانچہ فتاوی شامی میں ہے۔

﴿ولا یجوز الاسبقا فی غیر هذه الاربعة كالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی كل شئی وقال بعد ذلك لان جواز الجعل انما ثبت بالحدیث علی

خلاف القیاس فیجوز ما عداها بدون الجعل﴾ (فتاوی شامی: ۳۵۵/۵)

اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ذریعہ ہر قسم کی دوڑ یا کھیل دیکھنا اور دکھانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں شرط نہ ٹھہرائی جائے۔ اسی طرح ریچھ اور بندر وغیرہ کا تماشہ دکھا کر اسے روزی کمانے کا ذریعہ بنانا جائز ہے، بشرطیکہ ان جانوروں کو سدھایا جائے ان پر ظلم نہ کیا جائے اور انہیں غذا مناسب طور پر دی جائے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر سرکس وغیرہ میں جانور کے کرتب دکھائے جائیں تو دیکھنا اور دکھانا دونوں جائز ہیں بشرطیکہ بے پردگی اور گانے باجے وغیرہ نہ ہوں۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو، کفایت المفتی: ۱۹۶/۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے بہت میل جول رکھتے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا، اے ابو عمیر تمہارے نغیر (لال) کا کیا ہوا کیونکہ اس کے پاس ایک پرندہ نغیر تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔'' (مشکوۃ: ۱۷۶)

حضرت ابن عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

''ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا کہ اس نے بلی کو پکڑ رکھا، نہ کھانے کو کچھ دیا نہ اس کو چھوڑا کہ حشرات الارض سے اپنی غذا حاصل کر لیتی یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی۔'' (مشکوۃ: ۱۶۷)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا اگر خیال رکھا جائے اور کھانے پینے کا انتظام کر دیا جائے تو انہیں پالنے میں کوئی حرج نہیں جیسے سرکاری عجائب خانہ (چڑیا گھر) میں بڑا میدان لوہے کے جال سے گھیر دیا جاتا ہے، اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الہائم فی حقوق البہائم ص ۱۴ پر تحریر فرمایا ہے۔

بے فائدہ کھیل یا محض تماشہ

جانوروں کے ذریعہ ایسے کھیل جن میں دین اور دنیا کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ سب ممنوع اور ناجائز ہیں چاہے ان پر بازی لگائی جائے یا ذاتی طور پر کھیلا جائے۔ چنانچہ فتاوی شامی

میں ہے۔

﴿کل ھوی المسلم حرام الاثلثة ملاعبة اھله و تادیبه لفرسه و مناضلته بقوسه﴾ (فتاوی شامی: ۲۵۳/۵)

کبوتر بازی

دیہاتوں اور شہروں میں کبوتر بازی بہت عام ہے جس سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ لہو ولعب کے زمرہ میں شمار ہوگا، چنانچہ درمختار میں لکھا ہے۔

''دل بہلانے کیلئے کبوتروں کو پالنا اور اڑانا ممنوع ہے۔'' (بحوالہ ارشاد الہائم: ۱۴)

کبوتر بازوں کے مشاغل کا جب مطالعہ کیا گیا تو یہ بات تمام میں مشترک نظر آئی کہ وہ اپنے کھانے پینے کی فکر نہ ہونے کے ساتھ ساتھ عبادات سے بھی بالکل غافل نظر آتے ہیں، مزید برآں کبوتر بازی کے ذریعہ قمار بازی بھی عام ہے لہٰذا شریعت اسلامیہ کے احکامات کے پیش نظر کبوتر بازی ممنوع ہے۔

مرغ بازی، بٹیر بازی اور دیگر جانوروں کو آپس میں لڑانا

مرغ بازی اور بٹیر بازی بھی دیہاتی علاقوں میں بکثرت موجود اور عام ہے، اگر اس قسم کی بازی میں کوئی شرط وغیرہ لگائی جائے تو واضح طور پر یہ قمار اور جوا ہے جس کی حرمت ظاہر ہے اور اگر قمار کی صورت نہ ہو بلکہ محض لڑانا اور تماشا دکھانا، کھیل مقصود ہو تو اس سے نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحۃً منع فرمایا ہے۔

﴿عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن التحریش بین البھائم﴾

(ترمذی: ۱۷۰۸)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔''

لفظ تحریش کا لغوی معنی ہے۔ کتوں، درندوں یا دوسرے جانوروں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنا۔

لہٰذا ارشاد نبوی کے پیش نظر مرغ بازی، بٹیر بازی، مینڈھے لڑانا یا دیگر جانوروں کو آپس میں لڑانا بہرصورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں جانوروں کو محض تفریح طبع کیلئے ایذا پہنچانا ہے جو کہ حرام ہے اسی طرح محض تفاخر اور مقابلہ کیلئے تانگہ بانوں کا گھوڑے دوڑانا یا چھکڑے والوں کیلئے بیلوں کو دوڑانا جائز نہ ہوگا۔

عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے۔

﴿والحکمة فی النهی عنه ان الادمی خلق کریم والکریم لایضیع وقته فی العبث واعطاه اللّٰه العقل والعقل یمیز العبث من المفید کماورد فی الخبر" من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه" وقال اللّٰه سبحانه "افحسبتم انما خلقنکم عبثاوانکم الینا لاترجعون" وقال "ایحسب الانسان ان یترک سدی" فکره طیران الحمام واقتتال الدیک والطیور﴾ (تکملہ عمدۃ الرعایۃ: ۴/۴۶)

ان باتوں سے روکنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان فطرتاً شریف اور مہربان ہے اور ایسا انسان اپنے وقت کو بے کار باتوں میں ضائع نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے اسے عقل عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے وہ بے کار اور فائدہ مند میں تمیز کرسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں کو چھوڑ دے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یونہی بے کار پیدا کیا ہے اور تم نے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔'' لہٰذا کبوتروں کا اڑانا' مرغ اور پرندوں کو لڑانا ممنوع ہوا۔''

جانوروں کے ذریعہ قمار بازی

ہروہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو شرعی اصطلاح میں قمار اور میسر کہلاتا ہے۔ اردو میں اسے جوا کہتے ہیں۔

قرآن حکیم میں قمار کے متعلق واضح ارشاد ربانی ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ

وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (المائدہ: ۹۰۔۹۱)

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر سب گندی باتیں اور شیطان کے کام ہیں، پس تم ان سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ، شراب اور جوئے کے ذریعے ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم اب بھی باز نہیں آ ؤ گے؟

یاد رہے کہ اسلام نے مختلف قسم کے کھیل جائز ٹھہرائے ہیں لیکن ہر ایسے کھیل کو حرام قرار دیا ہے جس میں قمار اور جوا شامل ہو جائیں۔ جب قمار حرام ہوا تو اس کو ذریعہ معاش بنانا بھی جائز نہیں اور کسی بھی کھیل کو قمار میں رنگ کر تفریح یا وقت گزاری کا ذریعہ بنانا بھی حرام ہوا۔

دنیائے عرب کے ممتاز مصنف اور وسیع النظر محقق ڈاکٹر یوسف قرضاوی، حرمت قمار کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حرمت قمار کے پس منظر میں عظیم مقاصد اور حکمتیں ہیں۔

(الف) اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان اکتساب مال کے سلسلہ میں سنن الٰہیہ کا تابع ہو لیکن قمار اور جوا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بخت و اتفاق اور خالی آرزوؤں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے عمل، جدوجہد وران اسباب پر بھروسہ کرنا نہیں سکھاتا جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا اور ان کے اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

(ب) اسلام انسان کے مال و دولت کو محترم ٹھہراتا ہے اور مال لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ یا تو جائز طریقہ پر لین دین ہو یا کوئی شخص اپنی رضا مندی سے ہبہ یا صدقہ کر دے باقی قمار کے ذریعہ مال حاصل کرنا تو وہ باطل طریقوں سے مال کھانے کے مترادف ہے۔

(ج) قمار اور جوا کھیلنے والوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے، اگرچہ وہ زبانی طور پر ایک دوسرے سے بڑی گرمجوشی اور خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوں کیونکہ ان کا معاملہ ہمیشہ غالب اور مغلوب کے درمیان رہتا ہے اور جب مغلوب خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی خاموشی غیظ و غضب کے لیے ہوتی ہے کیونکہ وہ نقصان اٹھا چکا ہوتا ہے۔

(د) بازی ہار جانے کی صورت میں مغلوب دوبارہ جوا کھیلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس امید پر کہ شاید اس بار نقصان کی تلافی ہو جائے۔ اسی طرح غالب کو غلبہ کی لذت دوبارہ بازی لگانے اور مزید نفع حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور دونوں جوا کھیلنے والے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو پاتے، جوئے بازی کی دائمی مصیبت کا راز یہی ہے۔

(ہ) یہ شوق جس طرح ایک فرد کیلئے خطرہ کا باعث ہے اسی طرح سماج کیلئے بھی شدید خطرہ کا باعث ہے، یہ ایسا شوق ہے جس میں وقت اور محنت کی بربادی ہے، یہ کھیل جوئے بازوں کو بالکل معطل کر کے رکھ دیتا ہے، وہ زندگی کی نعمتوں سے فائدہ تو اٹھاتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے نیز اپنے نفس، خاندان اور اپنی ملی ذمہ داریوں سے بھی غافل ہو جاتے ہیں۔'' (الحلال و الحرام فی الاسلام: ۳۸۴)

قمار کے احکام و نتائج کی اس تفصیل سے واضح ہوا کہ جانوروں کے ذریعہ قمار کھیلنا حرام ہے، خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو۔

یہیں سے ایک اور بات بھی واضح ہوگئی کہ اسلام اتنا خشک مذہب نہیں جتنا اسے باور کروایا جاتا ہے۔ اسلام جائز تفریح کی حد بندی کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں اپنے پیروکاروں پر کوئی سختی نہیں کرتا البتہ انسانوں کی مصلحتوں اور فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے تفریح کے بعض ظاہری امور کو منع کرنا اسلام اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے اور وہ مسلمانوں کو اس سلسلے میں جائز اور ناجائز کا پابند دیکھنا چاہتا ہے۔

☆☆☆

باب پنجم

﴿مختلف حیوانات اور مختلف رسومات﴾

حیوانات سے متعلق مختلف رسومات کے بیان سے قبل یہ بات واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح اعمال کے ساتھ ساتھ اصلاح عقیدہ ونظریہ بھی اسلام کا بنیادی موضوع ہے اور عقیدہ کی درستگی اتنی ضروری قرار دی گئی ہے کہ اگر عملی کوتاہی کے ساتھ انسان کی پیشی ہو تو بارگاہ خداوندی سے عفوو کرم کی امید ہے لیکن اگر اعتقادی کوتاہی سے انسان کا نامہ اعمال داغدار ہو اور وہ عقیدے کی کسی خرابی میں مبتلا ہو مثلاً گائے میں مقدس روح کو تسلیم کرنا، گھوڑے کو حد سے زیادہ مقام و مرتبہ دے کر اسے چومنا اور چاٹنا، الو کو منحوس سمجھنا، کوا بولنے پر مسافر یا مہمان کی آمد کا خیال کرنا، بلی کے رونے پر یہ سمجھنا کہ اب کوئی اس محلّہ میں مرنے والا ہے وغیرہ تو یہ انتہائی قابل توجہ مسئلہ ہے اور بزرگوں نے عقیدے کی مثال ایسے بیان فرمائی ہے کہ اگر ایک کا عدد بائیں طرف لکھ کر اس کے دائیں طرف نقطے ڈالتے جائیں تو عدد بڑھتا جائے گا اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر ایک کا عدد دائیں طرف لکھ کر اس کی بائیں جانب نقطے ڈالتے جائیں تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

بعض مقامات پر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جانوروں کے گلے میں گھنٹی، تعویذ اور جوتے وغیرہ باندھنے کا رواج ہے اور اس سے مختلف قسم کے خیالات وابستہ ہوتے ہیں، نگاہ شریعت میں ان رسومات، خیالات اور بدشگونیوں کی کوئی اہمیت، وقعت اور کوئی حیثیت نہیں چنانچہ درج ذیل احادیث مبارکہ ہم اپنے اس دعویٰ کی دلیل اور تصدیق کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

(الف) جانور منحوس نہیں ہوتے

﴿عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لاعدویٰ﴾ (ابوداؤد: ۳۹۱۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ کسی کا مرض کسی کو لگتا ہے نہ صفر کا مہینہ منحوس ہوتا ہے اور نہ کسی مردے کی کھوپڑی سے الو کی شکل نکلتی ہے۔''

بعض لوگ کالی بالی کو منحوس سمجھتے ہیں، اگر راستے میں سامنے سے کالی بلی گزر جائے تو راستہ بدل لیتے ہیں، یہ تمام باتیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

(ب) جانوروں کو برا بھلا کہنا

﴿عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لاتسبوا الدیک فانہ یوقظ للصلوۃ﴾ (ابوداؤد: ۱۵۰۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرغ کو برامت کہو کیونکہ وہ نماز کیلئے جگاتا ہے۔''

محدثین نے لکھا ہے کہ اس حکم کا اطلاق عام جانوروں پر بھی ہوتا ہے۔لہٰذا عام جانوروں کو بھی برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

(ج) جانوروں کو تعویذ وغیرہ باندھنا

ملا علی قاری شرح السنۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں جانوروں کے گلوں میں لٹکائی ہوئی رسیوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا، اس لیے کہ وہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ان تعویذات کی وجہ سے وہ جانور آفات سے محفوظ رہیں گے۔(مرقاۃ: ۷/۳۱۸)

(د) جانوروں کی آواز پر دعا مانگنا

حصن حصین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

﴿اذا سمع صیاح الدیک فلیسال اللّٰہ من فضلہ﴾

(حصن حصین: ۳۴۱)

''جب مرغ کی آواز سنے تو اللہ کا فضل مانگے۔''

اور گدھے کی آواز کے بارے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

﴿اذا سمع نهيق الحمير فليتعوذ بالله من الشيطن الرجيم﴾ (بحوالہ مذکورہ)

''جب گدھے کو ہینکتے ہوئے سنے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے۔''

اور فرمایا:

﴿وكذلك اذا سمع نباح الكلب﴾ (بحوالہ مذکورہ)

''یعنی جب کتے کی آواز سنے تو بھی شیطان سے پناہ مانگے۔''

☆☆☆

بابِ ششم

﴿حیوان کے ذریعے طہارت ونجاست﴾

وضو نماز کیلئے دیباچہ اور مقدمہ یا زیادہ صحیح الفاظ میں شرط کی حیثیت رکھتا ہے، وضو کیلئے پانی نہ ملنے کی صورت میں گو کہ تیمّم شریعت نے شروع کررکھا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے لیکن اصل بہرحال اصل ہوتا ہے اور نائب بہرحال نائب اس لیے پانی کی طہارت اور نجاست سے متعلق شریعت نے مفصل احکام ہمیں عطا فرمائے ہیں جن میں سے بعض احکام کا تعلق حیوانات کے ساتھ بھی ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بھی چند احکام اختصار کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہیں۔

جانوروں کے ذریعہ پانی کے ناپاک ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) جانور پانی میں گرے، خواہ زندہ رہے یا مر جائے۔

(ب) جانور پانی میں منہ ڈال کر پیئے جس سے وہ پانی جانور کا جھوٹا ہو جاتا ہے جسے فقہ کی کتابوں میں سور الحیوان کہتے ہیں۔

ہم ان دونوں باتوں کو الگ الگ بیان کرتے ہیں تاکہ جملہ مسائل واضح ہو جائیں

جانور کا پانی میں گرنا

اگر جانور پانی میں گر جائے تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

(الف) جانور پانی میں گر کر زندہ رہا۔

(ب) جنور پانی میں گر کر مر گیا یا مرا ہوا گرا۔

(الف) جانور کے پانی میں زندہ رہنے کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی یا نہیں، اگر جانور کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی تو پھر پانی کو دیکھا جائے گا۔ اگر پانی شرعی اعتبار سے جاری پانی ہے تو پھر وہ پانی اس

وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جب تک کہ نجاست کا اثر یعنی رنگ، بو، مزا اس میں ظاہر نہ ہو۔ جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مبسوط کی جلد نمبر ا صفحہ ۳۴ پر تحریر فرمایا ہے۔

جاری پانی شریعت میں اسے کہتے ہیں جس میں اگر کوئی نجاست گر پڑے تو وہ پانی اسے بہا کر لے جائے یا ٹھہرا ہوا پانی جس کا رقبہ دس گز لمبا دس گز چوڑا ہو تو وہ بھی جاری پانی کے حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ باقی ماء قلیل (غیر جاری) کے حکم میں ہیں۔ (البحر الرائق: ا/۷۴)

(ب) اگر پانی میں جانور گر کر مر جائے یا مرا ہوا گرے تو اگر ماء قلیل (غیر جاری) ہے تو وہ بہر صورت ناپاک ہو جائے گا چاہے جانور حلال ہو یا حرام ہو۔

اگر ماء کثیر (ماء جاری) ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوا یا نہیں، اگر نجاست کا اثر اس میں ظاہر ہو جائے تو وہ پانی ناپاک ہوگا ورنہ پاک رہے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان: ا/۴)

اگر جانور کنوئیں میں گر جائے تو؟

فقہاء نے اس کے جو تفصیلی احکام بیان کیے ہیں۔ وہ یہاں باحوالہ درج کیے جاتے ہیں۔

(الف) کنوئیں میں جانور کے گرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، وہ جانور زندہ رہا یا مر گیا، اگر جانور مر جائے اور پھول پھٹ جائے چاہے چھوٹا بھی ہو جیسے چڑیا وغیرہ تو سارے کنوئیں کا پانی نکالنا ہوگا اور اگر وہ چشمہ والا کنواں ہے جس میں پانی یکدم نکالنے سے ختم نہیں ہوتا تو پھر دو سو ڈول پانی نکالا جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان: ا/۵)

ڈول سے مراد کنوئیں پر عام طور پر پڑا رہنے والا ڈول ہے اگر ڈول نہ ہو بلکہ ٹیوب ویل ہو جیسا کہ آج کل عام طور پر ہوتا ہے تو اندازاً دو سو ڈول پانی نکالا جائے گا۔

(ب) اگر جانور کے گرنے کا علم نہ ہو اور وہ پھولا پھٹا نہ ہو تو اس کنوئیں کو ایک دن اور ایک رات سے ناپاک سمجھا جائے گا۔ اگر جانور پھول یا پھٹ گیا ہے تو تین رات سے کنوئیں کو ناپاک سمجھا جائے گا۔ (مبسوط: ۱/۳۵) .

(ج) اگر جانور کنوئیں میں گر کر مر گیا لیکن پھولا پھٹا نہیں تو فقہاء نے اس کے تین درجات متعین کیے ہیں۔

(۱) بکری یا اس سے بڑا جانور مرا تو کنوئیں کا سارا پانی نکالنا ہوگا۔

(۲) بلی یا مرغی جتنا جانور گر کر مر جائے اور وہ پھولا پھٹا نہ ہو تو چالیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اور ساٹھ ڈول پانی نکالنا مستحب ہے، پھر کنواں پاک ہو جائے گا۔

(۳) چوہا، چھپکلی، یا گرگٹ کے برابر جانور گر کر مر جائے اور پھولنے پھٹنے سے پہلے نکال لیا جائے تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔ پھر کنواں پاک ہو جائے گا۔ (مبسوط: ۱/۳۳)

(د) اگر جانور کنوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ دیکھا جائے اس جانور کا جھوٹا ناپاک ہے یا پاک، اگر ناپاک ہے اور جانور کا منہ بھی پانی میں چلا گیا یا لعاب پانی تک پہنچ چکا ہے تو سارا کنواں ناپاک ہوگا اور تمام پانی نکالنا ہوگا، مثلاً کتاب، خنزیر وغیرہ۔ (قاضی خان: ۱/۵)

(ہ) اگر ایسا جانور گر کر زندہ نکالا گیا جس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی بالکل پاک رہے گا۔ بشرطیکہ بدن پر نجاست نہ لگی ہو، جیسے بکری، بھینس وغیرہ۔ (بحوالہ مذکورہ)

(و) حلال پرندوں مثلاً کبوتروں، مینا، مرغابی وغیرہ کی بیٹ اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ (بحوالہ مذکورہ)

جانوروں کا جھوٹا پانی

فقہاء نے جانوروں کے جھوٹے کے بارے احادیث کی روشنی میں چند اصول مرتب کیے ہیں جن سے سور الحیوان کے مسائل بآسانی حل ہو سکتے ہیں۔

(الف) جانوروں کے جھوٹے پانی کا حکم ان کے گوشت کے احکام پر مرتب ہوگا کیونکہ

پانی پیتے وقت جانور کا لعاب پانی میں ملتا ہے اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا جو گوشت کا حکم ہوگا وہی جھوٹے پانی کا حکم ہوگا۔ اس اصول سے صرف چند جانور ہی مستثنٰی ہوں گے جیسا کہ تفصیل سے عنقریب آ رہا ہے۔ (قاضی خان: ۱/۱۰)

(ب) جن جانوروں کا لعاب پانی پیتے وقت پانی میں نہیں ملتا ان کا جھوٹا بھی پاک ہے کیونکہ محض پانی پینے کی وجہ سے باقی پانی ناپاک نہ ہوگا جیسے عقاب، باز وغیرہ جیسا کہ مبسوط (۱/۳۲) پر امام محمد رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس اجمالی وضاحت کے بعد اب تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) پالتو جانور اور پرندوں کا جھوٹا

جیسا کہ معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ اس اعتبار سے بھیڑ، بکری، گائے، بیل، کبوتر، فاختہ، مرغی، چڑیا وغیرہ کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

البتہ جو مرغی گندگی اور غلاظت میں پھرتی اور منہ لگاتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ ہے جیسا کہ قاضی خان نے اپنے فتاوی (۱/۱۰) پر تحریر فرمایا ہے۔

اسی طرح بیل گائے وغیرہ کو اگر نجاست سونگھنے کی عادت ہو تو اس کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

(۲) بلی کا جھوٹا

اصولی طور پر تو بلی کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہئے کیونکہ اس کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن احادیث مبارکہ میں اس سلسلہ میں کافی سہولت دی گئی ہے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے۔

﴿عن کبشة بنت کعب قالت قال رسول الله ﷺ انها ليست بنجس فانها من الطوافين عليكم او الطوافات﴾

(ترمذی شریف: ۹۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلی ناپاک نہیں ہے، وہ تمہارے درمیان پھرنے والی ہے۔''

لہٰذا بلی کا جھوٹا پاک ہے البتہ اگر چوہا وغیرہ کھا کر آئے اور نجاست اس کے منہ پر لگی ہوئی ہو تو اس صورت میں اس کا جھوٹا ناپاک ہوگا۔

(۳) درندوں اور نجس جانوروں کا جھوٹا

جیسا کہ معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت حرام ہے، ان کا جھوٹا بھی ناپاک ہے لہٰذا تمام درندوں اور نجس جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہوگا۔

جیسے خنزیر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا اور ہاتھی وغیرہ اور جس برتن میں یہ جانور منہ ڈال کر پانی پئیں، ایسے برتن کو تین بار دھونے سے وہ برتن پاک ہو جائے گا۔

البتہ کتے کے جھوٹے کے بارے احادیث میں خصوصی تاکید آئی ہے چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔

﴿عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا ولغ الکلب فی اناء احد کم فلیغسله سبع مرات﴾ (طحاوی شریف: ٢٦)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اسے سات مرتبہ دھویا کرو۔

محدثین کے نزدیک سات مرتبہ دھونا واجب نہیں بلکہ یہ خوب پاک کرنے کی تاکید ہے۔

ایسے جوہڑ یا تالاب جو ویرانے میں ہوتے ہیں اور وہاں سے درندے بھی پانی پیتے ہوں اور انسان بھی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اگر کوئی اور نزدیک جگہ پانی کی میسر نہ ہو تو یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

﴿عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول الله ﷺ سئل عن الحیاض التی بین مکة و المدینة تردها السباع

والکلاب والحمر عن الطهر فقال لها ماحملت فی بطونها ولنا ما غبر طهور﴾ (مرقاة: ۲/۶۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان تالابوں کے پانی سے پاک حاصل کرنے کا حکم پوچھا گیا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہیں اور جن پر درندے، کتے اور گدھے سب آتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز درندوں نے اپنے پیٹوں میں بھری وہ ان کی ہے اور ہمارے لیے وہ چیز ہے جوانہوں نے چھوڑی اور وہ پاک کرنے والی ہے۔''

(۴) جن جانوروں میں خون نہیں ہوتا ان کا جھوٹا

جن جانوروں میں خون نہیں ہوتا ان کا جھوٹا ناپاک نہیں ہوتا اور نہ ان کے پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہوتا ہے۔ (البحر الرائق ج ا ص ۸۸)

☆☆☆

بابِ ہفتم

حیوان اور زکوٰۃ

اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے، ان میں توحید و رسالت کے اقرار و شہادت اور اقامت صلوٰۃ کے بعد سب سے زیادہ اہمیت ''ایتاءِ زکوٰۃ'' کو ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اکثر و بیشتر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ دونوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے، جس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نماز بدنی عبادات میں سب سے اہم ہے اور زکوٰۃ مالی عبادات میں سب سے اہم ہے، ایک مسلمان، کلمہ گو کی بدنی اور مالی تمام عبادتوں کا مرکز و محور صرف اور صرف اللہ کی ذات ہونی چاہیے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی جس طرح سونا چاندی اور دوسرے اموال تجارت میں ضروری ہے، اسی طرح حیوانات میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے اور چونکہ ابتداء میں سونے چاندی سے زیادہ حیوانات کی کثرت ہوا کرتی تھی اس لیے شریعت نے حیوانات کی زکوٰۃ کی بابت بہت مفصل احکامات مشروع کیے ہیں جن کا ایک مقصد تو ''تعیینِ نصاب'' ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی وضاحت بھی کہ حیوانات کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کسی قسم کے حیلے بہانے سے کام نہ لیا جائے۔

دراصل اس زمانے میں بھی اور آج کل بھی لوگوں نے زکوٰۃ سے بچنے کیلئے مختلف حیلے نکال رکھے ہیں مثلاً کسی شخص کو جب زکوٰۃ کی وصولی کیلئے عامل کے آنے کا پتہ چلتا اور اس کے پاس چالیس بکریاں ہوتیں تو اسے فکر لاحق ہو جاتی کہ اب مجھے ایک بکری دینا پڑے گی۔ وہ چند دنوں کیلئے پانچ بکریاں کسی شخص کے پاس امانت کے طور پر رکھوا دیتا اور خود اس کے پاس ۳۵ بکریاں بچ جاتیں اب ظاہر ہے کہ ۳۵ بکریوں پر تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، اس لیے عامل اس سے زکوٰۃ وصول نہ کرتا اور یوں اس شخص کی بکری بچ جاتی، حضور نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا جائے بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی خوش دلی سے کرنی چاہیے اور ان حیلوں کا سدباب کرنے کیلئے جانوروں

کی زکوٰۃ کے مسائل واحکام تفصیل سے بیان فرمادیئے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔

ان احکام ومسائل کو پڑھنے سے پہلے زکوٰۃ کا معنی اور مفہوم بھی واضح کرتے چلیں تاکہ شریعت کی نگاہ میں جو معنی معتبر ہے، ہمارے ذہنوں میں وہی معنی مضبوطی کے ساتھ جم جائے۔

زکوٰۃ

لغت میں زکوٰۃ کا معنی پاک کرنا، نمو پانا اور ترقی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ (الشمس: ۹)

''جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہوا''

شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ کا معنی یہ ہے ''مخصوص مال کا خاص شرائط کے ساتھ اس کے حقدار کو مالک بنادینا۔'' جیسا کہ کتاب الفقہ (۱/۹۵۸) سے معلوم ہوتا ہے۔

وجوب زکوٰۃ

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ مملوکہ مال نصاب تک پہنچ گیا ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو۔ چنانچہ ہدایہ (۱/۱۶۵) پر ایسا ہی مذکور ہے۔

نصاب

لفظ ''نصاب'' کا شرعی اصطلاح میں یہ معنی ہے کہ مال کی وہ مقدار جسے صاحب شریعت نے وجوب زکوٰۃ کی حد قرار دیا ہو، نصاب کی مقدار حیوانات میں جدا جدا ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

سال کا گزرنا

ایک سال کی پوری مدت گزر جانے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کسی شخص کو اس مال کا مالک بنے رہنے کی مدت ایک سال نہ ہو

جائے اوراس سال سے مراد قمری حساب کا سال ہے، شمسی حساب کا ایک سال مراد نہیں، قمری حساب کا ایک سال تین سو چون (۳۵۴) دن کا ہوتا ہے اور شمسی سال تین سو پینسٹھ دن کا اور کبھی ایک دن اس سے زیادہ ہوتا ہے۔

وجوب زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ سال کے دونوں کناروں (ابتداء وانتہا) میں ان جانوروں کا نصاب پورا رہا ہو، قطع نظر اس سے کہ سال کے درمیان نصاب کامل رہا ہو یا نہ رہا ہو لہٰذا اگر کوئی شخص سال کے آغاز میں پورے نصاب کا مالک تھا اور اسی حال میں پورا سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر آغاز سال میں مال نصاب تک تھا لیکن پھر ایسی کمی ہوئی کہ سال کے اختتام تک کمی ہی رہی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

دوران سال نصاب میں اضافہ

اگر سال کے آغاز میں نصاب کا مالک تھا، پھر دوران سال اسی جنس کے مال میں اضافہ ہوگیا تو اسے اصل مال میں شامل کیا جائے گا اور دونوں کو ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ (کتاب الفقہ :۱/۹۶۴)

یاد رہے کہ زکوٰۃ پانچ قسم کی اشیاء پر واجب ہوتی ہے: (۱) چوپائے (مخصوص قسم کے) (۲) سونا اور چاندی (۳) سامانِ تجارت (۴) کان سے نکالی ہوئی اشیاء اور دفینہ (۵) زرعی پیداوار اور پھل۔ (کتاب الفقہ :۱/۹۶۸)

مخصوص حیوانات کی زکوٰۃ

عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں کہ ''چوپایوں میں سے اونٹ، بقر، غنم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن ان سے مراد گھریلو جانور ہیں لہٰذا وحشی جانوروں پر زکوٰۃ نہیں۔ وحشی جانور وہ ہیں جو پہاڑی علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

اگر کسی کے پاس جنگلی بیلوں اور ہرنوں کی کچھ تعداد ہو تو ان پر زکوٰۃ نہیں، اسی طرح وہ جانور جو گھریلو اور جنگلی جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوں ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ جنگلی اور گھریلو جانور کے ملاپ سے پیداوار ہونے والے چوپاؤں میں مادہ کا لحاظ ہوگا۔ (شامی:۲/۱۵)

یعنی اگر مادہ پالتو ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

یہ امر ضرور مدنظر رہے، کہ لفظ بقر میں گائے بیل کے علاوہ بھینس اور بھینسا بھی شامل ہیں اور لفظ غنم میں بکرا اور بکری کے علاوہ بھیڑ اور دنبہ بھی شامل ہیں۔ ان جانوروں کے علاوہ کسی پر زکوٰۃ نہیں۔ علم الحیوانات میں بیان کردہ تنوع (Classification) کے مطابق صرف ''ممالیہ دارممیمل'' ہی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ان میں سے بھی صرف پالتو جانوروں میں۔

اونٹ، بیل، بکری وغیرہ پر زکوٰۃ عائد ہونے کی شرط

اونٹ، بیل، بکری وغیرہ پر زکوٰۃ لازم ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ (الف) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ جانور سائمہ ہوں۔ (ب) ان جانوروں کی ایک مقررہ تعداد کا کوئی شخص مالک ہو۔

سائمہ کی تعریف

عبدالرحمٰن الجزیری اپنی مشہور کتاب ''الفقہ علی المذاہب الاربعہ'' (۱/۹۷۰) پر سائمہ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''حنفیہ کے نزدیک سائمہ وہ ہے جسے اس کے مالک نے سال کے بیشتر حصہ میں میدانوں کے اندر چرایا ہو تاکہ دودھ زیادہ ہو، اون بڑھے یا جانور موٹا ہو جائے لیکن ذبح کا ارادہ نہ ہو، اگر اس کی پرورش کا مقصد جانور کا ذبح کرنا، بار برداری، سواری یا کھیتی باڑی ہو تو بالکل زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر جانور کے پالنے سے تجارت مقصود ہو تو اس کی زکوٰۃ مالِ تجارت کے اعتبار سے ہوگی۔ (شامی: ۲/۱۵)

علوفہ

علوفہ سائمہ کی ضد ہے یعنی ایسا جانور جو سال کے اکثر حصہ میں کھلے میدان میں نہ چرا ہو بلکہ اسے مالک نے گھر میں چارہ کھلا کر پالا ہو، اس سلسلے میں شرعی قانون یہ ہے

کہ ایسے جانور کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جسے نصف سال سے زیادہ گھر کے اندر چارہ دے کر پالا گیا ہو، اس طرح اس جانور پر بھی زکوٰۃ نہیں جو مالک کے ارادہ کے بغیر خود ہی چر کر پل گیا ہو۔ (ہدایہ: ۱/۱۷۲)

زکوٰۃ کیلئے جانوروں کی مخصوص مقدار

اونٹ، گائے، بکری ان تینوں کیلئے احادیث میں واضح طور پر نصاب موجود ہے، حدیث میں پہلے اونٹ کا نصاب بیان کیا گیا ہے لہٰذا یہاں بھی اونٹوں کی زکوٰۃ کی مقدار پہلے بیان کی جاتی ہے۔

اونٹوں میں زکوٰۃ کی مقدار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحرین کی طرف روانہ فرمایا تو یہ حکم نامہ لکھا:

﴿بسم الله الرحمن الرحیم هذه فریضة الصدقة التی فرض رسول الله ﷺ علی المسلمین و التی امر الله بها رسوله ﷺ فمن سئلها من المسلمین علی وجهها فلیعطها ومن سئل فوقها فلایعط فی کل اربع و عشرین من الابل فما دونها من الغنم من کل خمس شاة فاذا بلغت خمسا و عشرین الیٰ خمس و ثلٰثین ففیها بنت مخاض انثی فاذا بلغت ستاوثلٰثین الی خمس و اربعین ففیها بنت لبون انثی فاذا بلغت ستا واربعین الیٰ ستین ففیها حقة طروقة الجمل فاذا بلغت و احدة و ستین الیٰ خمس و سبعین ففیها جذعة فاذا بلغت ستاو سبعین الی تسعین ففیها بنتالبون فاذا بلغت احدیٰ و تسعین الیٰ عشرین و مائة ففیها حقتان طروقتا الجمل فاذا زادت علی عشرین و مائة ففی کل اربعین بنت لبون و فی کل

خمسين حقة و من لم يكن معه الا اربع من الابل فليس فيها صدقة الا ان يشاء ربها فاذا بلغت خمسا من الابل ففيها شاة ومن بلغت عنده جذعة وعنده حقة فانها تقبل منه الحقة ويجعل معها شاتين ان استيسرتا له اوعشرين درهما ومن بلغت عنده صدقة الحقة و ليست عنده الحقة وعنده الجذعة فانها تقبل منه الجذعة ويعطيه المصدق عشرين درهما اوشاتين ومن بلغت عنده صدقة الحقة وليست عنده الابنت لبون فانها تقبل منه و يعطى شاتين او عشرين درهما و من بلغت صدقته بنت لبون و عنده حقة فانها تقبل منه الحقة و يعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت لبون وليست عنده و عنده بنت مخاض يعطى معها عشرين درهما اوشاتين ومن بلغت صدقته بنت مخاض و ليست عنده وعنده بنت لبون فانها تقبل منه و يعطيه المصدق وعشرين مخاض على[1] وجهها وعنده ابن لبون يقبل منه وليس معه شئی﴾

(بخاری شریف: ۱۴۵۴، ۱۴۴۸)

حدیث ہذا کے تحت اونٹوں کی زکوٰۃ اور اس کی تفصیل وتشریح سے قبل حدیث میں استعمال شدہ اصطلاحی ناموں کی تشریح ضروری ہے تا کہ بات سمجھنا آسان ہو جائے۔

(الف) بنت مخاض

وہ اونٹنی جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگ جائے۔

(ب) بنت لبون

وہ اونٹنی جو دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں لگ جائے۔

(ج) حِقہ

وہ اونٹنی جو تین سال کی ہوکر چوتھے سال میں لگ جائے۔

(د) جذعہ

وہ اونٹنی جو چار سال کی ہوکر پانچویں سال میں لگ جائے۔

قابلِ توجہ

اونٹ کی زکوٰۃ میں ادائیگی مادہ ہی کی ہوگی البتہ اگر نر قیمت میں مادہ کے مساوی ہوتو جائز ہے۔ (ردمحتار:۱/۱۳۲)

تفصیل

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں، جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو ایک بکری واجب ہوگی، دس میں دو بکریاں، پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں واجب ہوں گی۔

(بکری سے مراد یہاں بکری، بھیڑ، دنبہ سب ہوسکتا ہے چاہے نر ہو یا مادہ لیکن اسے ایک سال کا ہونا چاہیے۔)

پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض دینا واجب ہے (۲۶ سے ۳۵ تک صرف بنت مخاض ہی کافی ہے۔)

چھتیس اونٹوں میں ایک بنت لبون دینا واجب ہے۔ (۳۷ سے ۴۵ تک ایک بنت لبون ہی کافی ہے۔)

چھیالیس اونٹوں میں ایک حقہ دینا واجب ہے۔ (۴۷ سے ۶۰ تک ایک حقہ ہی کافی ہے۔)

اکسٹھ اونٹوں میں ایک جذعہ دینا واجب ہے۔ (۶۲ سے ۷۵ تک ایک جذعہ ہی کافی ہے۔)

چھہتر اونٹوں میں دو بنت لبون دینا واجب ہے۔ (۷۷ سے ۹۰ تک دو بنت

لبون ہی کافی ہیں۔)

اکانوے اونٹوں میں دو حقے دینا واجب ہے (۹۲ سے ۱۲۰ تک دو حقے ہی کافی ہیں۔)

ایک سو بیس کے بعد نیا حساب شروع ہو جائے گا۔ اس آغاز کو شرعی اصطلاح میں استیناف کہتے ہیں لہٰذا ایک سو بیس سے اگر چار اونٹ زیادہ ہیں تو ان چار میں کچھ نہیں جب پانچ زائد ہو جائیں یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور دو حقے واجب ہوں گے، اسی طرح ہر پانچ میں ایک بکری بڑھتی رہے گی ایک سو چوالیس تک، ایک سو پینتالیس میں دو حقے اور ایک بنت مخاض ایک سو انچاس تک، ایک سو پچاس ہو جائیں تو تین حقے واجب ہوں گے، جب ایک سو پچاس سے زائد ہو جائیں تو استیناف ثانی یعنی نئے سرے سے حساب شروع ہوگا یعنی پانچ اونٹوں سے چوبیس تک ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون چھیالیس میں ایک حقہ پچاس تک، یہ دو سو تک کا حساب بیان کیا گیا ہے۔ پھر جب دو سو سے بڑھ جائیں تو ہمیشہ اس طرح حساب چلے گا جیسے ایک سو پچاس کے بعد بیان کیا گیا ہے۔

جدول زکوٰۃِ اونٹ (الابل)

ابتدائے تعداد	انتہائے تعداد	واجب الاداء
۵ سے	۹ اونٹوں تک	ایک بکری
۱۰ سے	۱۴ اونٹوں تک	۲ بکریاں
۱۵ سے	۱۹ اونٹوں تک	۳ بکریاں
۲۰ سے	۲۴ اونٹوں تک	۴ بکریاں
۲۵ سے	۳۵ اونٹوں تک	ایک بنت مخاض
۳۶ سے	۴۵ اونٹوں تک	ایک بنت لبون
۴۶ سے	۶۰ اونٹوں تک	ایک حقہ

۶۱ سے	۷۵ اونٹوں تک	ایک جذعہ
۷۶ سے	۹۰ اونٹوں تک	۲ بنت لبون
۹۱ سے	۱۲۰ اونٹوں تک	۲ حقے

استیناف اول

اضافہ		اضافہ پر واجب	لہٰذا	کل تعداد	انتہا	واجب الادا
۵ سے	۹ تک	ایک بکری	لہٰذا	۱۲۵ سے	۱۲۹ تک	۲ حقے ایک بکری
۱۰ سے	۱۴ تک	۲ بکریاں	لہٰذا	۱۳۰ سے	۱۳۴ تک	۲ حقے ۲ بکریاں
۱۵ سے	۱۹ تک	۳ بکریاں	لہٰذا	۱۳۵ سے	۱۳۹ تک	۲ حقے ۳ بکریاں
۲۰ سے	۲۴ تک	۴ بکریاں	لہٰذا	۱۴۰ سے	۱۴۴ تک	۲ حقے ۴ بکریاں
۲۵ سے	۲۹ تک	ایک بنت مخاض	لہٰذا	۱۴۵ سے	۱۴۹ تک	۲ حقے ابنت مخاض
۳۰ سے	۳۴ تک	ایک حقہ	لہٰذا	۱۵۰ سے	۱۵۴ تک	۳ حقے

استیناف ثانی

اضافہ		اضافہ پر واجب	لہٰذا	کل تعداد	انتہا	واجب الادا
۵ سے	۹ تک	ایک بکری	لہٰذا	۱۵۵ سے	۱۵۹ تک	۳ حقے ایک بکری
۱۰ سے	۱۴ تک	۲ بکریاں	لہٰذا	۱۶۰ سے	۱۶۴ تک	۳ حقے ۲ بکریاں
۱۵ سے	۱۹ تک	۳ بکریاں	لہٰذا	۱۶۵ سے	۱۶۹ تک	۳ حقے ۳ بکریاں
۲۰ سے	۲۴ تک	۴ بکریاں	لہٰذا	۱۷۰ سے	۱۷۴ تک	۳ حقے ۴ بکریاں
۲۵ سے	۳۵ تک	ایک بنت مخاض	لہٰذا	۱۷۵ سے	۱۸۵ تک	۳ حقے ابنت مخاض
۳۶ سے	۴۵ تک	بنت لبون	لہٰذا	۱۸۶ سے	۱۹۵ تک	۳ حقے ایک بنت لبون

۴۶ سے	۵۰ تک	ایک حقہ	لہٰذا	۱۹۴ سے	۲۰۰ تک	۴ حقے

﴿گائے میں زکوٰۃ کی مقدار﴾

گائے اور بھینس علم الحیوانات کے تنوع (Classification) میں ایک ہی قسم کے حیوان شمار کیے گئے ہیں اور شریعت اسلامیہ نے بھی دونوں کا نصاب زکوٰۃ ایک ہی مقرر فرمایا ہے جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

﴿عن معاذ ان النبی ﷺ لما وجهه الی الیمن امره ان یاخذ من البقر من کل ثلثین تبیعا او تبیعة ومن کل اربعین مسنة﴾ (مشکوة: ۱۵۹)

''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو حکم دیا کہ تیس گایوں میں ایک برس کا بچھڑا یا بچھیا زکوٰۃ میں لی جائے اور چالیس گایوں میں دو برس کی گائے یا بیل لی جائے۔''

تشریح: حدیث ہذا میں دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔

(الف) تبیعہ: تبیع، گائے کا وہ بچہ جو ایک سال کا ہو۔

(ب) مسنہ: پورے دو برس کی گائے۔

تفصیل

گائے، بھینس کے نصاب کی ترتیب انتہائی سہل ہے، یعنی ہر تیس میں ایک تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ، تیس سے کم میں کچھ نہیں، تیس گایوں میں ایک تبیعہ اور اکتیس سے انتالیس تک کی تعداد میں کچھ اضافہ نہیں۔ چالیس گایوں میں ایک مسنہ، اکتالیس سے انسٹھ تک کوئی اضافہ نہیں، جب ساٹھ ہو جائیں تو دو تبیعہ پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ لہٰذا ستر میں ایک تبیعہ اور ایک مسنہ، اسی طرح حساب کرتے جائیں گے لیکن جہاں کہیں تبیعہ اور مسنہ دونوں کا نصاب

نکلتا ہو، وہاں اختیار ہے جس کا چاہے اعتبار کرلیا جائے۔

مثلاً ایک سوبیس میں تین نصاب چالیس کے ہیں تو تین مسنہ لازم ہوں گے اور اس میں تیس کے چار نصاب ہیں لہٰذا چار تبیعہ بھی ادا کیے جاسکتے ہیں۔

قابل ذکر امور

(الف) چونکہ گائے اور بھینس کا نصاب ایک ہی جیسا ہے لہٰذا اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہوتو دونوں کو ملانا ہوگا مثلاً بیس گائے اور دس بھینسیں ہوں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا ہو جائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(ب) دونوں جانوروں کو ملا کر اگر نصاب پورا ہوتو جس کی تعداد زیادہ ہوگی وہی زکوٰۃ میں ادا کیا جائے گا۔

(ج) اگر دونوں جانوروں کی تعداد برابر ہے تو اعلیٰ قسم میں کم قیمت کا جانور لیا جائے یا قسم ادنیٰ میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو وہ دیا جائے گا۔

(د) گائے اور بھینس کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت نر اور مادہ میں کوئی فرق نہیں۔

نوٹ: ان تمام مسائل کے لئے حوالہ کے طور پر ملاحظہ ہو۔ (ردمختار ۲/۱۸، ھدایہ ۱/۱۶۹،۱۷۰)

جدول زکوٰۃِ بقر (گائے، بیل، بھینس، بھینسا)

ابتدائے تعداد	انتہائے تعداد	واجب الاداء
ایک سے	۲۹ گائے تک	کوئی چیز واجب نہیں
۳۰ سے	۳۹ گائے تک	ایک تبیعہ
۴۰ سے	۵۹ گائے تک	ایک مسنہ
۶۰ سے	۶۹ گائے تک	دو تبیعہ
۷۰ سے	۷۹ گائے تک	ایک تبیعہ ایک مسنہ
۸۰ سے	۸۹ گائے تک	۲ مسنہ

۹۰ سے	۹۹ گائے تک	۳ تبیعہ
۱۰۰ سے	۱۰۹ گائے تک	۲ تبیعہ ایک مسنہ
۱۱۰ سے	۱۱۹ گائے تک	۲ مسنہ ایک تبیعہ
۱۲۰ سے	۱۲۹ گائے تک	۳ مسنہ یا ۴ تبیعہ
۱۳۰ سے	۱۳۹ گائے تک	۳ تبیعہ ایک مسنہ

﴿ بکریوں میں زکوٰۃ کی مقدار ﴾

زکوٰۃ کے بارے میں بکری، بھیڑ، دنبہ تینوں کا نصاب ایک ہی ہے اور علم الحیوانات میں بیان کردہ تنوع (Classification) میں بھی یہ سب ایک ہی قسم کے جانور شمار کیے گئے ہیں یعنی ''صم دار میمل''۔

حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحرین کی طرف روانہ فرمایا تو ایک حکم نامہ عطا فرمایا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کردہ نصاب بیان کرنے کے بعد بکریوں کا نصاب ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿وفی صدقة الغنم فی سائمتها اذا كانت اربعين الىٰ عشرين و مائة شاة فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين شاتان فاذا زادت على مائتين الى ثلث مائة ففيها ثلث فاذا زادت على ثلث مائةٍ ففی كل مائة شاة فاذا كانت سائمة الرجل ناقصة من اربعين شاة واحدة فليس فيها صدقة﴾ (بخاری شریف: ۱۴۵۴)

''چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، چالیس بکریوں میں ایک بکری، چالیس کے بعد ایک سو بیس تک کی مقدار میں کچھ اضافہ نہیں، پھر ایک سو اکیس میں دو بکریاں واجب ہوں

گی، ایک سو بائیس سے دو سو تک مقدار میں زکوٰۃ کا بالکل اضافہ نہیں ہوگا، پھر دو سو ایک میں تین بکریاں، تین سو ننانوے تک یہی مقدار واجب ہے، پھر چار سو میں چار بکریاں اور اس کے بعد ہر سو میں ایک بکری واجب ہوگی اور جس شخص کے پاس چالیس میں ایک بکری بھی کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

متفرق مسائل

(الف) اگر کسی شخص کے پاس بھیڑ اور بکریوں دونوں کا الگ الگ نصاب ہو تو انہیں ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ مثلاً چالیس بکریاں اور چالیس بھیڑیں ہوں تو صرف ایک بکری یا بھیڑ لازم ہوگی۔

(ب) اگر تمام بکریاں ہوں تو زکوٰۃ میں بکری ہی دینی ہوگی، اس طرح بھیڑ اور دنبہ کا بھی یہی حکم ہے۔

(ج) اگر بھیڑ بکری مشترک ہوں تو جن کی تعداد زیادہ ہوگی وہی زکوٰۃ میں ادا کی جائے گی۔

(د) اگر بھیڑوں اور بکریوں کی تعداد برابر ہو تو وصول کرنے والے کو اختیار ہے جو قسم چاہے وصول کرے۔

(ہ) زکوٰۃ میں بکری ایک سال سے کم عمر نہیں ہونی چاہیے۔

(و) اونٹ اور گائے کی طرح بکریوں میں بھی دو نصابوں کے درمیانی مقدار میں کچھ واجب نہیں۔

نوٹ: حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو (درمختار: ۱/۱۳۳، ردمختار: ۲/۱۹، ہدایہ: ۱/۱۷۰، کتاب الفقہ: ۱/۹۷۶)

جدول زکوٰۃِ غنم (بکری، بھیڑ، دنبہ)

ابتدائے تعداد	انتہائے تعداد	واجب الاداء
ایک سے	۳۹ بکریوں تک	کوئی چیز واجب نہیں

۴۰ سے	۱۲۰ بکریوں تک	ایک بکری
۱۲۱ سے	۲۰۰ بکریوں تک	۲ بکریاں
۲۰۱ سے	۳۹۹ بکریوں تک	۳ بکریاں
۴۰۰ سے	۴۹۹ بکریوں تک	۴ بکریاں
۵۰۰ سے	۵۹۹ بکریوں تک	۵ بکریاں

اسی طرح ہر سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔

جانوروں کی زکوٰۃ کے مختلف مسائل

(الف) گھوڑے اگر صرف نر ہوں تو ان میں بالاتفاق زکوٰۃ لازم نہیں لیکن اس مسئلہ میں تھوڑی سی تفصیل ہے اور وہ یہ ہے:

۱۔ اگر گھوڑے سواری، بار برداری یا جہاد کی نیت سے رکھے ہوئے ہوں تو بالاجماع ان میں زکوٰۃ نہیں۔

۲۔ اگر گھوڑے تجارت کیلئے رکھے ہوئے ہوں تو بالاجماع ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۳۔ اگر نسل باقی رکھنے کیلئے گھوڑے پالے جائیں تب بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔
(فیض الباری ج ۳ ص ۳۹)

(ب) اگر نر اور مادہ گھوڑے دونوں ہوں تو مالک کو اختیار ہے کہ ہر گھوڑے کی ایک دینار زکوٰۃ دے دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت لگا کر سونے چاندی کے نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کر دے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ بالکل نہیں ہے۔ (ھدایہ: ۱/۱۷۱)

(ج) اونٹ، گائے، بھینس اور بکری کے صرف بچوں میں زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر ان کے ساتھ بڑے بھی ہوں تو پھر ان کو بھی نصاب کی گنتی میں شمار کریں گے اور زکوٰۃ میں بڑا جانور ہی ادا کرنا ہوگا۔ (ھدایہ: ۱/۱۷۲)

کیا مچھلی میں زکوٰۃ ہوگی

امام ابوعبید کتاب الاموال میں فرماتے ہیں:

''یونس بن عبید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عمان کے گورنر کو لکھا کہ مچھلی پر اس وقت تک ٹیکس وغرہ نہ لو جب تک کہ اس کی قیمت دوسو درہم (چاندی کے نصاب زکوٰۃ) تک نہ پہنچ جائے۔

اسی سند کے ایک راوی کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے اس میں یہ بھی کہا تھا کہ جب اس کی قیمت دوسو درہم تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ لو۔

ہمارا خیال ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سمندر سے نکلنے والے مال کو خشکی اور کانوں سے نکلنے والے مال پر قیاس کر رہے ہیں لیکن مچھلی کے بارے میں لوگ اس فیصلہ پر قائم نہیں ہیں اور ہمیں ایک بھی ایسا نہیں ملتا جو اس پر عمل پیرا ہو۔'' (کتاب الاموال: ۱/۵۳۰)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں کوئی روایت منقول نہیں اور کتب فقہ بھی اس بارے میں ساکت ہیں۔

☆☆☆

بابِ ہشتم

﴿قربانی اور حیوان﴾

مفہوم قربانی

قربانی کا لفظ قربان بروزن سلطان سے ماخوذ ہے۔عربی زبان میں قربان اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔

مشہور مفسر ابوالسعود لکھتے ہیں:

﴿القربان اسم لما یتقرب به الی اللّٰه تعالیٰ من نسک او صدقة﴾ (تفسیر ابی السعود: ۲/۲۰)

''قربان ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کیا جائے، چاہے وہ ذبیحہ ہو یا صدقہ وغیرہ۔''

یہی معنی امام راغب نے بھی اپنی کتاب المفردات میں مراد لیا ہے جبکہ امام ابوبکر جصاص نے قربان کا عام معنی مراد لیتے ہوئے اپنی کتاب احکام القرآن میں تحریر فرمایا ہے۔

﴿والقربان مایقصد به القرب من رحمة اللّٰه تعالیٰ من اعمال البر﴾ (احکام القرآن: ۲/۴۸۷)

''قربان ہر اس نیک کام کو کہا جاتا ہے جس کا مقصد اللہ کی رحمت سے قرب حاصل کرنا ہو۔''

البتہ عرف عام میں جب یہ لفظ بولا جائے تو اس سے عموماً جانور کا ذبح کرنا مراد ہوتا ہے جیسا کہ امام راغب نے تصریح کی ہے۔

﴿وصارفی التعارف اسما للنسکیة التی هی الذبیحة﴾

(مفردات القرآن: ۴۰۸)

لیکن شریعت کی اصطلاح میں قربان کے لغوی معنی کی رعایت کرتے ہوئے عام

معنی مراد لیے جاتے ہیں جیسا کہ فرید وجدی لکھتے ہیں۔

﴿القربان فی الاصطلاح الدینی ھو ما یبذلہ الانسان من الاشیاء او الحیوانات قاصدا بہ التقرب الی اللہ﴾

(دائرہ معارف القرآن: ۷/۷۳۶)

''یعنی اللہ کا تقرب جس چیز کو خرچ کر کے حاصل کیا جائے اسے قربان کہتے ہیں چاہے وہ جانور ہو یا کچھ اور۔''

قرآن حکیم میں لفظ قربان تین جگہ استعمال ہوا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) ﴿حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُهُ النَّارُ﴾ (آل عمران: ۱۸۳)

(۲) ﴿اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا﴾ (المائدہ: ۲۷)

(۳) ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً﴾ (الاحقاف: ۲۸)

اس کے عربی زبان میں قربانی کیلئے تین اور لفظ مزید استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) النسک

نسک کا اطلاق عبادات، طاعات اور ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہو۔

قرآن حکیم میں لفظ نسک مختلف مقامات میں الگ الگ معانی کیلئے استعمال ہوا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں ''او صدقة او نسک'' بمعنی خیرات یا قربانی اور سورۂ انعام میں ''قل ان صلوتی و نسکی'' بمعنی قربانی کے استعمال ہوا ہے۔

(۲) النحر

اس لفظ کا استعمال قربانی کیلئے صرف سورۃ الکوثر میں ہوا ہے۔

﴿فصل لربک وانحر﴾

(۳) الاضحیہ

ملا علی قاری، علامہ طیبی سے نقل فرماتے ہیں:

﴿الاضحیة مایذبح یوم النحر علی وجه القربة﴾ (مرقاۃ: ۳/۳۰۲)

اس نام کا استعمال قرآن حکیم میں کہیں نہیں ہوا۔ البتہ احادیث میں بکثرت موجود ہے۔

تاریخ قربانی

قربانی اسلامی تعلیمات کے مطابق ان شعائر میں سے ہے، جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے اور تا قیامت اس کا جاری رہنا اسلامی تعلیمات کا ایک حصہ ہے لیکن شعائر اسلامی میں قربانی سے مراد سنت ابراہیمی کی وہ یادگار ہے جس کا تذکرہ سورۃ الصفت میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں پہلا بیٹا اسماعیل تقریباً ۸۶ برس کی عمر میں پیدا ہوا۔

جب وہ نوعمری کو پہنچا تو حکم الٰہی ہوا کہ اپنے اس پہلوٹھی کے بچے کو ہماری بارگاہ میں قربانی کے طور پر پیش کرو چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اس معصوم بچے کو لے کر چل دیئے اور حکم الٰہی پر قربان کرنے کیلئے چہرے کے بل لٹا دیا اور چھری چلا دی۔ اللہ نے پکارا اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا اور پھر ایک جانور ان کے بیٹے اسمٰعیل کی جگہ قربانی کیلئے نازل فرمایا۔

چنانچہ صحابہ کرام نے جب عرض کیا۔

﴿یارسول اللّٰہ ماھذہ الاضاحی قال سنة ابیکم ابراھیم﴾ (سنن ابن ماجه: ۳۱۲۷)

''یعنی یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔''

مندرجہ بالا آیات اور احادیث کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ جانوروں کی قربانیاں جو ہر سال مسلمانوں پر مخصوص شرائط کے ساتھ لازم کی گئی ہیں وہ ابراہیمی یادگار کی حیثیت سے شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

قربانی کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامی میں قربانی کو ایک اہم عبادت قرار دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ (الحج: ۳۴)

''اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی مقرر کردی ہے تاکہ وہ ان چوپاؤں پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے۔

اسی طرح سورۃ الکوثر میں فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

''پس آپ نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے''

ان احکام قرآنی کے پیش نظر قربانی کو واجب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ صاحب قدوری فرماتے ہیں۔

﴿الاضحية واجبة على كل حر مسلم﴾

(المختصر للقدوری: ۲۱۸)

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی راجح ہے۔ (ھدایہ: ۴/۴۲۷)

قربانی کا حکم تمام مسلمانوں کیلئے ہے، حجاج کیلئے مخصوص نہیں!

قرآن و حدیث کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر قربانی کو لازم اور واجب قرار دیا ہے، خواہ وہ مکہ میں ہوں یا مدینہ میں یا

دنیا کے کسی اور مقام میں۔

قربانی کی مشروعیت اور اس کے مستقل عبادت ہونے پر پوری امت کا اجماع رہا ہے اور اس بات پر بھی علماء کا اتفاق رہا ہے کہ قربانی کی مشروعیت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ ابن قدامہ نے لکھا ہے۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ قربانی کی تخصیص حجاج کرام سے کرنا اور غیر حاجی مسلمانوں کو اس سے خارج کرنا صحیح نہیں۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو المغنی لا بن قدامہ: ۸/ ۶۱۷)

عمومیتِ حکم قربانی از قرآن حکیم

اور قربانی کا حکم ہر صاحب مسلمان کی طرف متوجہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

(۱) ﴿قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (الانعام: ۱۶۲)

''آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔''

اس آیت میں لفظ نسک عام ہے نہ مکہ کا ذکر ہے نہ حج کا، لفظ نسک کے کئی معانی آتے ہیں لیکن محققین نے یہاں ذبیحہ مراد لیا ہے چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر، قتادہ ضحاک وغیرہ سے اس آیت میں نسک کا معنی قربانی بیان کیا ہے۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو، تفسیر ابن جریر: ۸/ ۷۶)

امام ابوبکر جصاص نے اسی آیت سے وجوب قربانی کیلئے بھی استدلال کیا ہے چنانچہ وہ اس آیت کے احکام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

﴿واماقرن النسک الی الصلوة دل علی ان المراد صلوة العيد و الاضحية وهذايدل علیٰ وجوب الاضحية لقوله تعالیٰ و بذالک امرت والا مريقتضی الوجوب﴾

(احکام القرآن: ۳/ ۳۴)

''جب اللہ تعالیٰ نے نسک کو صلوٰۃ کے ساتھ متصل ذکر کیا تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہاں نمازِ عید اور قربانی مراد ہے اور قربانی کا وجوب بھی اسی سے ثابت ہوا کیونکہ اسی کے بعد آیت میں یہ الفاظ ہیں **وبذالک امرت** (اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے) اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

(۲) ﴿**فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ**﴾

''اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

﴿**وفی قوله وانحر قولان الاول وهو عامة المفسرين المراد هو نحر البدن**﴾ (تفسیر کبیر: ۱۲۶/۴)

''وانحر میں دو قول ہیں پہلا قول جسے عام مفسرین نے اختیار کیا ہے وہ یہ کہ یہاں قربانی مراد ہے۔''

ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے جیسا کہ احکام القرآن (۳۰۶/۳) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

ابن کثیر نے بھی یہاں نحر سے مراد قربانی ہونا لکھا ہے۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ۵۵۹/۴)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہوا کہ قربانی کا حکم عام مسلمانوں کیلئے ہے، اسے حجاج کرام کے ساتھ مخصوص کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔

عمومیت حکم قربانی از احادیث

احادیث معتبرہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ قربانی کا حکم حجاج کے علاوہ غیر حاجی مسلمانوں کیلئے بھی ہے۔ اس سلسلے کی ذیل میں مکمل مستند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

(۲) ﴿**عن البراء قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يخطب فقال ان اول ما نبدأ به من يومنا هذا ان**

نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل هذا فقد اصاب سنتنا ومن نحر فانما هو لحم یقدمه لا هله لیس من النسک فی شیئی﴾ (بخاری شریف: ۵۵۶۰)

(۱) ''حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سب سے پہلا کام جو اس دن ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں گے، پھر گھر واپس آ کر قربانی کریں جس نے اس طریقہ پر عمل کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی، وہ قربانی نہیں بلکہ گوشت کی بکری ہے جسے گھر والوں کیلئے ذبح کرلیا گیا ہو، اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔''

(۳) ﴿عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم من ذبح قبل الصلوۃ فلیعد﴾ (بخاری شریف: ۵۵۶۱)

''فرمایا جس نے نماز سے پہلے جانور کو ذبح کر ڈالا تو اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔''

(۴) ﴿عن عقبة بن عامر قال قسم النبی صلی الله علیه وسلم بین اصحابه ضحایا فصارت لعقبة جذعة فقلت یارسول الله! صارت لی جذعة قال ضح بها﴾

(بخاری شریف: ۵۵۴۷)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم فرمائے، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں چھ ماہ کا بکری کا بچہ آیا، (وہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حصے میں تو یہ بچہ آیا ہے (کیا اس کی قربانی ہو جائے گی؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی کی قربانی کرلو۔''

(۵) ﴿عن ابن عمرؓ قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يذبح وينحر بالمصلی﴾ (بخاری شريف: ۵۵۵۲)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح اور نحر فرمایا کرتے تھے۔''

(۶) ﴿عن ام سلمة عن النبی ﷺ قال من رای هلال ذی الحجة واراد ان يضحی فلا يا خذن من شعره ولا من اظفاره﴾ (ترمذی شريف: ۱۵۲۳)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن شروع ہو جائیں اور کسی کا قربانی کا ارادہ ہو تو اسے (اپنے جسم کے کسی حصے کے بھی) بال اور ناخن نہیں کاٹنے چاہئیں''

(۷) ﴿عن ابن عباسؓ قال كنا مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشتركنا فی البقرة سبعة﴾ (ترمذی شريف: ۱۵۰۱)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے کہ عیدالاضحیٰ آ گئی تو ہم ایک گائے میں سات افراد شریک ہو گئے۔

(۸) ﴿عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ماعمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الی الله من اهراق الدم﴾ (ترمذی شريف: ۱۴۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولادِ آدم نے عید کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پسندیدہ ہو۔''

(۹) ﴿عن ابن عمرؓ قال اقام رسول الله صلی الله عليه

وسلم بالمدینة عشر سنین یضحی﴾ (ترمذی شریف: ۱۵۰۷)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے اور ہر سال قربانی فرماتے تھے۔''

ان تمام احادیث مبارکہ سے انتہائی وضاحت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قربانی کا حکم عمومی ہے، حجاج کرام کے ساتھ خاص نہیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی قربانی ترک نہیں فرمائی۔

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟

قربانی ہر اس مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں ۸۷ گرام سونا (۱/۲ ۷ تولہ) یا ۶۱۲ گرام چاندی (۱/۲ ۵۲ تولہ) یا اس کی قیمت اصلی ضرورت سے زائد موجود ہو، یہ مال خواہ چاندی، سونے کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان ہو، قربانی کے مسئلہ میں اس مال پر سال گزرنا بھی شرط نہیں۔

مسئلہ

بچہ اور مجنون کی ملکیت میں اگر اتنا مال ہو تو اس پر یا اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ

جس شخص پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کیلئے جانور خرید لیا تو اب اس پر قربانی واجب ہوگئی، اس لیے کہ شرعی طور پر کوئی بھی نفلی کام شروع کرنے کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے۔ (ھدایہ: ۴/ ۴۲۷، بدائع الصنائع: ۵/ ۶۱۲)

ایام قربانی

﴿عن نافع عن ابن عمرؓ قال الاضحیٰ یو مان بعد یوم الاضحیٰ﴾ (مشکوۃ: ۱۲۹)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن کے بعد دو دن

اور قربانی کے ہیں۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے دنوں میں قربانی نام کی کوئی عبادت نہیں اور قربانی کے ایام ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کی تاریخیں ہیں، ان میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے البتہ پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے اور اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ آخری دن غروب آفتاب سے آدھ پون گھنٹہ پہلے قربانی کر کے فارغ ہو جائے۔

قربانی کیلئے جانور

(الف) بکری، دنبہ، بھیڑ، ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے۔

(ترمذی شریف:۱۴۹۶)

(ب) گائے، بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

(ترمذی شریف:۱۵۰۲)

لیکن ان سات میں سے کسی کی نیت محض گوشت کھانا نہ ہو۔ (ھدایہ:۴/۴۳۳)

(ج) بکرا، بکری کیلئے ایک سال کا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ (ھدایہ:۴/۴۳۰)

(د) اگر جانور فروخت کرنے والا جانور کی عمر پوری بتا رہا ہو اور ظاہری حالات میں اس کی تکذیب کی کوئی دلیل سامنے نہیں تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔ (تاریخ قربانی:۳۵)

(ہ) جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا درمیان میں سے ٹوٹ گیا ہو، اس کی قربانی درست ہے اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (مشکوۃ:۱۲۸)

(و) خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی قربانی فرمائی ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ (مشکوۃ:۱۲۸)

(ز) لنگڑے، کانے اور اندھے جانور کی قربانی درست نہیں، نیز ایسے مریض اور لاغر جانور کی قربانی بھی درست نہیں جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں پر نہ جا سکے جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ (مشکوۃ: ۱۲۸)

(ح) جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم وغیرہ کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (مشکوۃ: ۱۲۸)

(ط) جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں، اس کی قربانی بھی درست نہیں۔ (تاریخ قربانی: ۳۶)

(ی) اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا، پھر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جو قربانی سے مانع ہے تو اگر خریدنے والا غنی یعنی نصاب والا نہیں تو اس کیلئے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (تاریخ قربانی: ۳۶)

احکام قربانی

(الف) عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن جس شہر میں کئی جگہ عید کی نماز ہوتی ہو وہاں اگر ایک جگہ بھی نماز عید ہو چکی ہو تو پورے شہر میں قربانی جائز ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع: ۵/۷۳)

(ب) قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔

(ج) قربانی کا سارا گوشت تقسیم کرنا درست ہے اور تمام گوشت خود استعمال کرنا یا محفوظ کر کے کافی عرصہ تک استعمال کرنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ اپنے اہل و عیال کیلئے، ایک حصہ احباب اور اعزہ کیلئے اور ایک حصہ فقراء و مساکین کیلئے۔

(د) قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا، اس کے بال، اون کاٹنا جائز نہیں، اگر ایسا کر لیا تو دودھ یا بال کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع الصنائع: ۵/۷۳)

بابِ نہم

﴿حیوان اور عقیقہ﴾

اسلامی تعلیمات کے مطابق بچہ کی پیدائش کے بعد جانور بطور عقیقہ ذبح کیا جاتا ہے، اس کے بارے واضح احکام احادیث نبویہ سے معلوم ہوتے ہیں لہٰذا اس مناسبت سے عقیقہ کے بارے ایک مستقل باب قائم کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لفظ عقیقہ کی لغوی تحقیق

عقیقہ کا لفظ عق سے ماخوذ ہے عق کے دو معنی ہیں۔(۱) ماں باپ کی نافرمانی، چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں شخص نے اپنے بیٹے کو عاق کردیا یعنی نافرمان قرار دے دیا۔(۲) عقیقہ کرنا۔(حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو۔مصباح اللغات)

ان دونوں لغوی معانی کا تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ نسائی اور ابوداؤد میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں معنوں کا استعمال فرمایا، روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

﴿عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن العقیقة فقال لایحب الله العقوق کانه کره الاسم وقال من ولدله ولد فاحب ان ینسک عنه فلینسک عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة﴾ (ابوداؤد: ۲۸۴۲)

”عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے پوچھا گیا، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ عقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں فرماتے۔ (راوی کا تاثر یہ ہے کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لفظ عقیقہ کو برا سمجھتے تھے) پھر فرمایا، جس شخص کے یہاں بچہ پیدا ہو تو بہتر ہے

کہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرے، لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری''

اس ارشادگرامی کی وضاحت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی پڑھ لیجئے۔

﴿فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم، الخ﴾ (مشکوۃ: ۵۱۲)

فرمایا کہ ''مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے ان میں سے ایک ''جوامع الکلم'' ہے یعنی مختصر اور جامع الفاظ کے ذریعہ آسان سی بات کہہ کر بہت سے معانی کو بیان کر دینا۔''

چنانچہ جب سائل نے عقیقہ سے متعلق سوال بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو حضور ﷺ نے اس کا جواب بھی عنایت فرمایا اور ساتھ ہی اس سے ملتے جلتے ایک اور لفظ ''عقوق'' کو بھی واضح فرما دیا اور سائل کو سمجھا دیا کہ عقیقہ تو اچھی چیز ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کی طرف سے جانور ذبح کر دیا کرو لیکن ''عقوق'' یعنی والدین کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس لئے اس سے بچو۔

عقیقہ کی وجہ تسمیہ

لفظ عقیقہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ اصمعی فرماتے ہیں۔

''لفظ عقیقہ لغت میں نوزائیدہ بچہ کے ان بالوں کو کہتے ہیں جو پیدائش کے وقت اس کے سر پر ہوتے ہیں چونکہ پیدائش کے بعد جب بچہ کے بالوں کو مونڈا جاتا ہے اسی وقت جانور بھی ذبح کیا جاتا ہے۔ اس لیے عرف عام میں اس جانور کے ذبح کرنے کو عقیقہ کہا جانے لگا۔'' (شرح المہذب: ۴۲۸/۸)

عقیقہ اسلامی اصطلاح میں

اسلامی اصطلاح میں عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے۔ (مرقاۃ: ۱۵۴/۸)

عقیقہ کی تاریخ، سابقہ حیثیت اور سابقہ طریقہ کار

قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں عقیقہ اور اس کے طریقہ کے بارے مختلف احادیث نبویہ سے معلومات حاصل ہوتی ہیں، یہاں صرف دو معتبر حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے مطلوبہ وضاحت حاصل ہوسکتی ہے۔

(۱) ﴿عن بريدة رضى الله عنه قال كنا فى الجاهلية اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاة ولطخ راسه بدمها فلما جاء الاسلام كنا نذبح الشاة يوم السابع و نحلق راسه و نلطخه بزعفران﴾ (مشکوۃ: ۳۶۳، اعلاء السنن: ۹۹/۱۷)

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زمانہ جانہ جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ ایک بکری ذبح کرتا، اس کا خون بچہ کے سر پر لگاتا، پھر جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کیا کرتے، بچہ کا سر مونڈتے اور سر پر زعفران ملتے۔''

(۲) ﴿عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اليهود تعق عن الغلام كبشا ولا تعق عن الجارية او تذبح فعقوا او اذبحوا عن الغلام كبشين و عن الجارية كبشا﴾ (مسند بزار و مجمع الزوائد بحواله اعلاء السنن: ۱۰۱/۱۷)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہود لڑکے کی پیدائش پر ایک مینڈھا ذبح کرتے ہیں اور لڑکی کی پیدائش پر کچھ ذبح نہیں کرتے، پس تم لڑکا پیدا ہونے پر دو مینڈھے اور لڑکی ہونے پر ایک مینڈھا ذبح کیا کرو۔''

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قبل از اسلام یہود کے ہاں عقیقہ جیسی پائی جاتی تھی لیکن یہود کے یہاں جہاں اور دوسرے معاملات میں ذہنی پستی کا مظاہر

جاتا ہے وہاں بچوں کی پیدائش پر بھی وہ لوگ اسی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے یہاں اگر لڑکا پیدا ہوتا تو ایک جانور ذبح کرتے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کی پیدائش کو برا سمجھتے ہوئے کوئی جانور ذبح نہ کرتے لیکن اسلام نے ہر مرحلہ میں یہودیت کی مخالفت کرتے ہوئے انسانیت کو ذہنی پسماندگی سے نکالا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''یہود لڑکے کی پیدائش پر ایک جانور ذبح کرتے تھے تم دو جانور ذبح کرو اور یہودی لڑکی کی پیدائش پر غمگین ہو کر بالکل ذبح نہیں کرتے تھے تم (خوش ہو کر) ایک جانور ذبح کر دیا کرو۔''

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جاہلانہ رسومات کی اصلاح بھی فرما دی کہ زمانہ جاہلیت میں جانور کا خون بچہ کے سر پر لگایا جاتا تھا تم زعفران لگایا کرو۔

اسلام میں عقیقہ کی حیثیت اور ثبوت شرعی

عقیقہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے معتبر احادیث قارئین نے ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی مستند احادیث عقیقہ کے بارے موجود ہیں یہاں چند مزید قولی اور فعلی احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کی حیثیت اسلام میں مسلم ہے اور شرعی طور پر اس کے ثبوت میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔

(۱) ﴿عن سلیمان بن عامر الضبی قال سمعت رسول الله ﷺ یقول مع الغلام عقیقة فاهر یقوا عنه دما واميطوا عنه الاذیٰ﴾ (بخاری شریف: ۵۴۷۲)

''حضرت سلمان بن عامر الضبی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بچہ کے ساتھ عقیقہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ جسے بچہ عطا فرمائے تو وہ عقیقہ کرے) لہٰذا بچہ کی طرف سے قربانی کرو اور اس سے تکلیف کو دور کرو۔''

(۲) ﴿عن ام کرز ان رسول الله ﷺ قال عن الغلام شاتان و عن الجارية شاة لایضرکم ذکراناً کن او اناثا﴾

(نسائی شریف: ۴۲۲۳)

''ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ عقیقہ کا جانور نر ہو یا مادہ۔''

(۳)﴿عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب ان ينسك عن ولده فلينسك عنه عن الغلام شاتان مكافئتان و عن الجارية شاة﴾ (نسائی شریف: ۴۲۱۷)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (یہ عمرو بن شعیب کے دادا ہیں) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا پسند کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کرے۔''

(۴)﴿عن الحسن عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق راسه﴾ (ترمذی شریف: ۱۵۲۲)

''حضرت حسن بصری نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقہ کے جانور کے عوض رہن ہوتا ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے قربان کیا جائے اور بچہ کا سر منڈوا دیا جائے اور بچہ کا نام رکھ دیا جائے۔''

یہ احادیث مبارکہ تو قولی تھیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات تھے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک یعنی فعلی احادیث کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ﴿عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن

والحسن بکبشین کبشین﴾ (نسائی شریف: ۴۲۲۴)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے نواسوں) حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور دو دو مینڈھے ذبح کیے۔''

(۲)﴿عن علی ابن طالب قال عق رسول اللہ ﷺ عن الحسن بشاۃ وقال یافاطمۃ احلقی راسہ و تصدقی بزنۃ شعرہ فضۃ فوزنتہ فکان وزنہ درھما اوبعض درھم﴾

(ترمذی شریف: ۱۵۱۹)

''حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری سے کیا اور (اپنی صاحبزادی حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس کا سر منڈوادو اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کردو ہم نے وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم وزن کے تھے۔''

عقیقہ کا مقصد

عقیقہ کا اثر بچہ کی ذات پر براہ راست ہوتا ہے چنانچہ مشکوٰۃ کے باب العقیقہ میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کا حقیقی مقصد کیا ہے؟

﴿عن الحسن عن سمرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الغلام مرتھن بعقیقتہ﴾ (ترمذی شریف: ۱۵۲۲)

''ارشاد نبوی ﷺ ہے، فرمایا: لڑکا عقیقہ کے بدلہ رہن ہے۔''

بچہ کے رہن ہونے کی تشریح کرتے ہوئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

﴿قولہ مرتھن والمعنی انہ کالشئی المرھون لایتم الانتفاع بہ والاستمتاع بہ دون فکہ والنعم انما یتم

علی المنعم علیه بقیامه بالشکر ووظیفة الشکر فی هذه النعم ما سنه نبی الله ﷺ وهو ان یعق عن المولود شکر الله تعالیٰ وطلبا لسلامة المولود و یحتمل انه اراد بذالک ان سلامة المولودو نشوه علی النعت المحبوب رهینة بالعقیقة وهذا هو المعنی﴾

(مرقاۃ: ۸/۱۵۷)

"یعنی بچہ کے رہن ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے رہن رکھی ہوئی چیز سے مکمل طور پر نفع نہیں اٹھایا جاسکتا تا آنکہ اسے چھڑا نہ لیا جائے، اسی طرح جسے کوئی نعمت عطاء کی گئی ہو اس پر وہ نعمت پوری نہیں ہوتی تا آنکہ وہ اس کا شکرادا نہ کرے اور اولاد کے ملنے پر شکر کا انداز وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یعنی عقیقہ) تا کہ اس عقیقہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا ہو جائے اور بچہ کی سلامتی کی دعا بھی ہو جائے اور رہن ہونے سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ بچہ کی سلامتی اور اس کی نشو ونما اللہ کے محبوب کے طریقہ پر جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ اس کا عقیقہ کیا جائے۔"

احادیث نبویہ کی روشنی میں عقیقہ کا فلسفہ اور اس کی روح

احادیث نبویہ کے ذریعے جب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو عقیقہ کی روح اور فلسفہ کے طور پر چار امور ملتے ہیں۔

اول: عقیقہ کا فلسفہ مخالفت یہود ہے، یہود کے یہاں بھی عقیقہ جیسی رسم تھی لیکن اسلام نے اسے رسم کی بجائے ایک عبادت کا درجہ دیا نیز یہود لڑکی کی پیدائش پر خوش نہ ہونے کی وجہ سے جانور بھی ذبح نہ کرتے تھے، اسلام نے اس ذہنی کمتری کو مٹاتے ہوئے لڑکے اور لڑکی دونوں کی پیدائش پر عقیقہ کرنے کی ترغیب دی۔

دوم: عقیقہ کرنے سے بچہ سے بلائیں، آفات اور تکالیف دور ہو جاتی ہیں جیسا کہ

علماء اور محدثین کی عبارات سے معلوم ہوا۔

سوم: عقیقہ کا فلسفہ شکر انعام الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولاد جیسی نعمت سے نوازا اور یہ شکر صرف لڑکا ہونے کی صورت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ لڑکی کی پیدائش بھی قابل شکر ہے۔

چہارم: عقیقہ کا فلسفہ، جان نثاری کے جذبہ کا اظہار ہے کہ اے اللہ! جس طرح ہم عقیقہ کے طور پر جانور ذبح کر کے ایک جان تیری بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں اسی طرح تیرے حکم کے تحت ہم ہر اس چیز کو تجھ پر نثار کر دیں گے جو ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہوگی چاہے وہ ہماری جان ہی کیوں نہ ہو۔

﴿مسائل عقیقہ﴾

(الف) عقیقہ کرنے کا اسلامی طریقہ

عقیقہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بچہ کے پیدائش کے ساتویں دن بچہ کے بال منڈوائے جائیں۔ ان منڈے ہوئے بالوں کے برابر چاندی یا سونا خیرات کر دیا جائے اور بچہ کے سر میں اگر دل چاہے اور پسند ہو تو زعفران لگایا جائے سر منڈانے کے بعد جانور کو ذبح کیا جائے۔ (فتاوی شامی: ۵/۳۲۰)

(ب) دن کی تعیین

رہی یہ بات کہ عقیقہ کس دن کرنا سنت کے قریب تر ہے تو اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ولیکن ذاک یوم السابع فان لم یکن ففی اربعة عشر فان لم یکن ففی احدی وعشرین﴾ (مستدرک حاکم بحواله اعلاء السنن: ۱۷/۹۴)

اس روایت کے مطابق ساتویں دن کا خیال رکھنا زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں دن کریں، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو

اکیسویں دن کرلیا جائے۔

اگر کافی عرصہ گزر جائے تو ساتویں روز کا خیال رکھنا کافی دشوار عمل ہے چنانچہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا آسان طریقہ یہ بیان فرمایا کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دیا جائے مثلاً اگر یوم پیدائش جمعہ ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دیا جائے، اس طرح جب بھی عقیقہ کیا جائے گا وہ حساب سے ساتواں دن ہی ہوگا۔

(ج) عقیقہ کے گوشت کے مسائل

عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر یا باقاعدہ دعوت کی جائے ہر طرح جائز ہے۔ (شامی: ۵/ ۳۲۸)

عقیقہ کا گوشت تمام رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں اور سب کے لیے کھانا بلا استثناء جائز ہے۔ (احکام العقیقہ: ۳/ ۲۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿تقطع جدولا ولا یکسر لها عظم﴾

(مستدرک حاکم بحواله اعلاء السنن: ۱۷/ ۹۴)

جدولا لغت میں عضو کو کہتے ہیں جیسا کہ شرح المہذب (۹/ ۴۲۹) سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا اب حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ عقیقہ کے گوشت کو اعضاء کے اعتبار سے کاٹا جائے اور ہڈیوں کو نہ توڑا جائے ایسا کرنا مستحب ہے اور ہڈیوں کو توڑنا خلاف اولی ہے لیکن اس عمل کو ضروری نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ فتاوی شامی (۵/ ۳۲۸) پر ایسا ہی لکھا ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ

﴿ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بعث من عقیقة الحسن والحسین الی القابلة برجلها﴾ (المحلی بحواله اعلاء السنن: ۱۷/ ۱۰۰)

اس روایت سے اس بات کا استحباب معلوم ہوتا ہے کہ گوشت سے ران ''دایہ'' کو بھجوانی چاہیے لیکن اس عمل کو لازمی نہیں سمجھنا چاہیے، اگر ایسا نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔

(د) عقیقہ کے دیگر مسائل

(۱) عقیقہ کے روز یعنی ساتویں دن بچہ کا نام بھی رکھ دینا مناسب ہے۔

(۲) جن جانوروں کی قربانی جائز ہے ان سے عقیقہ بھی جائز ہے۔

(۳) لڑکے کی طرف سے دو جانور یا گائے اور اونٹ وغیرہ کے دو حصے اور اگر لڑکی ہو تو ایک جانور یا ایک حصہ اونٹ، گائے کا عقیقہ کرنا چاہیے لیکن اگر لڑکے کی طرف سے ایک جانور بھی ذبح کر دیا تو عقیقہ ادا ہو جائے گا۔

(۴) امام بغوی فرماتے ہیں کہ روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سر منڈانے سے پہلے عقیقہ کے طور پر جانور کو ذبح کرنا مستحب ہے۔

(۵) امام کرز کی مرفوع روایت ہے کہ لڑکے یا لڑکی کے بارے نر یا مادہ جانور کی تخصیص ضروری نہیں۔

عقیقہ سے متعلق مروجہ رسومات

عقیقہ سے متعلق بہت سی بے سروپا باتیں عوام میں مشہور ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

(الف) مشہور ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر استرا رکھا جائے اور حجام سر مونڈنا شروع کرے اسی وقت جانور ذبح ہو یہ غلط ہے، شریعت میں کوئی ایسی پابندی ثابت نہیں۔

(ب) عقیقہ کے بعد جانور کا سر حجام کو دینا ضروری سمجھتے ہیں یہ بھی شریعت سے ثابت نہیں۔

(ج) جیسا کہ عقیقہ کے مسائل سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کے جانور کا گوشت اعضاء کے جوڑوں سے کاٹنا چاہیے۔ ہڈیاں نہ توڑنا مستحب ہے لیکن بعض لوگ ہڈیوں کے

توڑنے کو گناہ سمجھتے ہیں، یہ بے اصل باتیں ہیں۔

(د) بعض مسلمان اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ لڑکے کیلئے نر جانور اور لڑکی کیلئے مادہ جانور ہونا چاہیے، حدیث میں صراحتہً اس پابندی کو ختم فرما دیا گیا ہے۔

(ہ) عقیقہ کیلئے خاص طور سے دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے، پھر آنے والے کیلئے بچہ اور اس کے والدین کیلئے تحائف لانا ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ تو دعوت عقیقہ ہی ضروری ہے اور نہ ہی تحائف و ہدایا کی جکڑ بندی ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر عقیقہ کیلئے دعوت کا اہتمام کیا جائے تو خالی ہاتھ جانا بھی بے مروتی اور آداب دعوت کے خلاف ہے۔

رسومات کے نقصانات اور ان کی ممانعت

آج کے دور میں عام طور پر عقیقہ کرنے کیلئے دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے، اعزا کی فہرست تیار کی جاتی ہے، دعوت نامے چھپوائے جاتے ہیں، گھروں کو قمقمے لگا کر بقعہ نور بنایا جاتا ہے، شامیانے اور کراکری کا انتظام ہوتا ہے، آنے والے ہر مہمان کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ بچہ اور اس کے والدین کیلئے تحائف لے کر آئیں، اس طرح عقیقہ ادا ہوتا ہے۔ ان حالات میں عقیقہ عبادت کے بجائے رسم زیادہ محسوس ہوتا ہے اور عقیقہ کی روح اور اس کا فلسفہ اس طریقہ کار میں نہیں رہتا جبکہ شریعت اسلامیہ نے آسان ترین طریقہ کی تعلیم دی۔ اس قسم کی رسومات کا نقصان وہ ہوتا ہے جس کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں:

﴿ان الدین یسرولن یشاد الدین احد الاغلبه﴾

(بخاری شریف: ۳۹)

”بیشک دین آسان ہے اور جو دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا۔“

یعنی دین کا کام مشکل محسوس ہوگا۔

معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ میں انسان کی پیدا کردہ رسومات سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ عمل انسان کیلئے مشکل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عقیقہ کے موقع پر کی جانے والی دعوتوں میں بھی دوسری تقریبات کی طرح مرد وعورت کا مخلوط اجتماع کوئی اچھا تاثر نہیں دیتا اور اس کے نقصانات اتنے واضح ہیں کہ انہیں ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس موقع پر والدین اور عزیز و اقارب کے ذہنوں سے یہ بات محو ہو جاتی ہے کہ یہ ایک عبادت ہے اور وہ اسے صرف ایک رسم سمجھ کر ادا کرتے ہیں حالانکہ عقیقہ ایک مقدس عبادت ہے اور ایک دوسری مقدس عبادت کیلئے نومولود کی ذہن سازی بھی، چنانچہ بچہ کا سر مونڈ کر اور قربانی کا جانور ذبح کر کے بچہ کو یہ سکھانا بھی مقصود ہوتا ہے کہ زندگی میں جب بھی حج فرض ہو اس کی ادائیگی میں تاخیر یا سستی کا مظاہرہ نہ کرنا اور اس موقع پر بھی اپنا سر مونڈ کر بارگاہ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرنا۔

☆☆☆

باب دہم

﴿حیوان اور شکار﴾

شکار کھیلنا ایک جائز تفریح بھی ہے اور انسان کی بلند ہمتی کی دلیل بھی، اسلام بھی چند حدود و قیود کے ساتھ اس کی اجازت دیتا ہے لیکن اس میں اتنا انہماک کہ فرائض تک متاثر ہونے لگیں، شریعت کی نگاہ میں ہرگز پسندیدہ نہیں کیونکہ فرائض میں کوتاہی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اس چیز میں حد سے آگے بڑھ چکا ہے اور حد سے تجاوز انسان کے اپنے لیے نقصان دہ ہوتا ہے جیسا کہ تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ انسان کسی بھی جائز کام میں اتنا زیادہ مشغول ہو جائے جس سے ادائیگی واجبات و فرائض میں خلل آتا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص پر غفلت نے اپنا قبضہ کر لیا ہے اور مسلمان کبھی غافل نہیں ہوتا۔ اس لیے جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اس تفریح سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

شکار کے احکام اور ان کی تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ ضرور مدنظر رہنا چاہیے کہ شکار کا مقصد لہو ولعب نہ ہو اور شکار کرنے سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو اسی طرح اگر کسی جانور کی نسل شکار کی زیادتی کی وجہ سے معدوم ہو رہی ہو تو شکار سے باز رہنا چاہیے۔

شکار کی اجازت

کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سے شکار کرنے کی اجازت ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

(الف) ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ (المائدہ: ۲)

''جب تم حلال ہو جاؤ (احرام کھول دو) تو شکار کر لیا کرو۔''

(ب) ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾

(المائدہ: ۹۶)

''اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، تم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کیلئے شکار کرنا جائز ہے۔ شکار کا جواز احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابوثعلبہ الخشنی کی روایت ہے۔

﴿قلت یارسول اللّٰه انا بارض صید اصید بقوسی او بکلبی الذی لیس بمعلم اوبکلبی المعلم فما یصلح لی فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ماصدت بقوسک فذکرت اسم اللّٰه علیه فکل وماصدت بکلبک المعلم فذکرت اسم اللّٰه علیه ثم کل وما صدت بلکلبک الغیر المعلم فادرکت ذکاته فکل﴾

(بخاری شریف :۵۴۸۸)

''ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی سرزمین میں ہوں جہاں شکار دستیاب ہوتے ہیں میں اپنی کمان سے اور سدھائے ہوئے کتے سے اور بے سدھائے کتے سے شکار کیا کرتا ہوں تو کیا یہ میرے لیے ٹھیک ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو تم نے اپنے تیر سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے کر تیر چلایا تو اسے کھاؤ اور جو سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے لیا تھا تو وہ بھی کھالو اور بے سدھائے کتے سے جو شکار کیا اگر اسے ذبح کرسکو تو کھاؤ۔''

اس کے علاوہ بہت سے ارشادات نبوی کتب احادیث میں کتاب الصید کے عنوان کے تحت روایت کیے گئے ہیں جن سے شکار کرنے کی حلت و جواز معلوم ہوتا ہے۔

آلہ شکار

شکار کے احکام کو آسانی سے سمجھنے کیلئے آلات شکار کے احکام میں فرق کو معلوم

کر لینا ضروری ہے۔

آلات شکار کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔

(الف) بے جان آلہ شکار

(ب) جاندار آلہ شکار

ان دونوں کے احکام و مسائل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

بے جان آلہ شکار

بے جان آلات کے ذریعہ شکار کرنے کی فقہاء نے چند شرائط ذکر کی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(الف) جانور آلہ کی دھار یا نوک کے زخم سے مرا ہو۔ (ہدایہ:۴/ ۵۰۷)

(ب) جانور کسی آلہ کی چوٹ سے نہ مرا ہو کیونکہ قرآن حکیم میں موقوذہ کو حرام قرار دیا گیا ہے جس کا معنی ہے ضرب شدید یا چوٹ کے اثر سے مرا ہوا جانور۔ (المائدہ:۳)

(ج) کسی چیز سے جانور کا گلا نہ گھونٹا گیا ہو اس لیے کہ قرآن حکیم میں منخنقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے جس کا معنی ہے وہ جانور جس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہو۔ (المائدہ:۳)

(د) آلہ شکار سے جانور کا کوئی عضو زخمی ہو جائے اور وہاں سے خون بہے، لیکن اگر زخم بڑا ہو تو خون بہنا ضروری نہیں۔ (ہدایہ:۴/ ۵۰۹)

(ہ) شکار اسی آلہ شکار سے مرا ہو، اس کی موت میں اور کسی چیز کا دخل نہ ہو، اگر تیر سے شکار کیا اور جانور یا پرندہ اتنی بلندی سے پہاڑ پر گرا یا پانی میں گرا اور موت کے سبب میں شک ہوا کہ پہاڑی پر گرنے یا پانی میں گرنے سے مرا ہے یا تیر سے مرا ہے تو اسے کھانا حلال نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن حکیم میں ''متردیۃ'' کو حرام قرار دیا گیا ہے جس کا معنی ہے وہ جانور جو کسی پہاڑی، ٹیلہ اور عمارت سے نیچے یا کنوئیں میں گر کر مر جائے۔ (المائدہ:۳)

اگر براہ راست زمین پر گرا تو حلال ہے۔(ہدایہ:۴/ ۵۰۸)

(و) شکار، تصادم یا ٹکر کی وجہ سے نہ مرا ہو، مثلاً ریل گاڑی، کار وغیرہ کی زد میں آ کر مرنے والا شکار کردہ جانور حلال نہ ہوگا کیونکہ یہ چیزیں آلہ جرح نہیں۔اسی وجہ سے قرآن میں "نطیحہ" کو حرام قرار دیا گیا ہے جس کا معنی ہے وہ جانور جو تصادم یا ٹکر سے ہلاک ہو گیا ہو۔(المائدہ:۳)

شرائط متعلقہ شکاری

یہ شرائط تو وہ تھیں جن کا تعلق آلہ شکار سے تھا جبکہ کچھ شرائط کا تعلق شکاری سے بھی ہے جو کہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) آلہ شکار سے شکار کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہو۔(بخاری شریف:۵۴۹۸)

(ب) شکاری نے شکار کرنے کے بعد اس جانور کو تلاش کرتے ہوئے مردہ پایا تو حلال ہوگا لیکن اگر شکاری نے جانور کی تلاش نہ کی اور بیٹھا رہا پھر وہ مرا ہوا ملا تو یہ حلال نہ ہوگا۔(ہدایہ:۴/ ۵۰۷)

(ج) شکار کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہو، اس لیے کہ اگر ان کے علاوہ شکاری کوئی مشرک، مجوسی یا بت پرست ہو تو وہ تارک التسمیہ ہوگا اور جانور حلال نہ ہوگا۔(ہدایہ:۴/ ۵۰۵)

شرائط متعلقہ شکار

کچھ شرائط ایسی بھی ہیں جو بے جان آلہ کے ذریعہ شکار کیے جانے والے جانور میں پائی جانی چاہئیں۔ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) شکار کیا جانے والا جانور مانوس جانوروں میں سے نہ ہو۔مثلاً بکری، گائے، بھینس، مرغی وغیرہ۔(ہدایہ:۴/ ۵۰۶)

(ب) شکار کیا جانے والا جانور حشرات الارض، درندوں یا شکار کرنے والے پرندوں میں سے نہ ہو، کیونکہ یہ سب حرام ہیں اور شکار کی وجہ سے حلال نہ ہونگے۔(ہدایہ:۴/ ۵۰۷)

(ج) شکار کیا جانے والا بحری جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کوئی نہ ہو کیونکہ سمندری جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ (بحوالہ مذکورہ)

(د) وہ جانور شکار کیے جانے کے بعد مردہ حالت میں شکاری کو ملے تو حلال ہوگا اگر زندہ ملا تو بغیر ذبح کیے حلال نہ ہوگا۔ (ہدایہ: ۴/ ۵۰۷)

بے جان آلات شکار کی اقسام اوران کے احکام

عام طور پر شکار کرنے کیلئے جو بے جان آلات استعمال کیے جاتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) تیر (ب) بندوق (ج) باردو (د) جال

اب الگ الگ ان میں سے ہر ایک کے احکام تفصیلاً ذکر کیے جاتے ہیں۔

شکار بذریعہ تیر کے احکام

جو شرائط آلہ شکار، شکاری اور شکار کیے جانے والے جانور کی ذکر کی گئی ہیں وہ تمام شرائط تیر کے ذریعہ شکار کرنے کیلئے بھی ہیں، ان کے بغیر جانور حلال نہ ہوگا۔ لیکن کچھ احکام صرف تیر کیلئے بھی ہیں جو کہ علامہ مرغینانی نے ہدایہ میں بیان فرمائے ہیں۔

(الف) شکار کی آہٹ سن کر تیر مارا، شکار ہونے کے بعد وہی جانور نکلا جس کی آہٹ سنی تھی یا گمان کیا تھا تو یہ حلال ہے، بشرطیکہ وہ شکار کیے جانے والے جانوروں میں سے ہو اگر بکری یا مرغی وغیرہ تیر سے مرگئی تو حلال نہ ہوگی۔

(ب) اگر تیر کسی پرندہ کو مارا وہ پرندہ تو اڑ گیا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ پرندہ پالتو پرندوں میں سے تھا یا وحشی میں سے اس کے بجائے دوسرا پرندہ شکار ہو گیا تو وہ حلال ہے۔

(ج) اگر کوئی چور وغیرہ سمجھ کر تیر امارا لیکن وہ جانور (شکار کیا جانے والا) نکلا تو یہ بھی حلال ہوگا بشرطیکہ اللہ کا نام لے کر مارا ہو۔

(د) تیر بدن کے کسی حصے میں لگے تو دیکھا جائے اگر زخم چھوٹا ہے اور خون بہا ہے تو یہ شکار حلال ہے، اسی طرح اگر زخم بڑا ہے لیکن خون نہیں بہا تو یہ بھی حلال

ہے۔

(ہ) اگر تیر عرضاً ڈنڈی کی طرف سے لگا اور جانور زخمی نہ ہوا تو حلال نہ ہوگا۔

شکار بذریعہ بندوق کے احکام

بندوق کے ذریعہ شکار کے بارے جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ بندوق کے ذریعہ شکار کے بعد مرا ہوا جانور حرام ہے لیکن بعض علماء نے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے جن میں مصر کے نامور محقق ڈاکٹر یوسف قرضاوی اور علامہ شوکانی بھی ہیں۔ لہٰذا کسی ایک فریق کا حکم بیان کرنے سے پہلے قرآن وحدیث کے حوالہ سے بندوق کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے اور پھر بعض علماء کو جس مقام میں غلط لگی ہے اس کی نشاندہی کی جائے گی۔

قرآن کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حرام جانوروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَالْموقُوْذَةُ﴾

اس لفظ کا معنی تمام علماء نے بالاتفاق یہ کیا ہے کہ ''ایسا جانور جو غیر دھاری دار چیز سے چوٹ دے کر مارا گیا ہو۔''

حدیث کا حکم

سب سے مشہور کتابِ حدیث صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ باب قائم کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

(الف) ﴿باب صيد المعراض وقال ابن عمر في المقتولة بالبندقة تلك الموقوذة﴾ (كتاب الذبائح والصيد)

(ب) ﴿باب الخذف والبندقة﴾ (كتاب الذبائح والصيد)

پہلے باب میں امام بخاری نے حضرت عدی بن حاتم کی روایت نقل کی ہے۔

﴿قال سالت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن المعراض فقال اذا اصبت بحده فكل واذا اصاب بعرضه فقتل فانه

وقیذ فلاتاکل﴾ (بخاری شریف: ۵۴۷۶)
''اور اس کے بعد'' باب ما اصاب المعراض بعرضه'' میں عدی بن حاتم کی روایت یوں نقل فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
﴿کل ماخزق وما اصاب بعرضہ فلاتاکل﴾ (بخاری شریف: ۵۴۷۷)
اس تفصیلی حوالہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔
(الف) بندوق کا شکار کیا ہوا جانور حلال نہیں کیونکہ اسے موقوذہ شمار کیا گیا ہے۔
(ب) رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے یہ واضح ہوا کہ جس آلہ سے چوٹ لگے وہ مرا ہوا شکار ہے اور حرام ہے اور جو زخم لگائے اس سے شکار کیا ہوا جانور حلال ہے۔
ان دونوں باتوں پر تمام علماء و محققین کا اتفاق ہے۔

وضاحت طلب امور

(ب) اب یہ بات قابل وضاحت رہ جاتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بندُقہ کا لفظ کس آلہ کیلئے استعمال فرمایا ہے؟ اس سوال کا جواب علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔
چنانچہ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔
﴿البندقه بضم الباء طينة مدورة مجففة يرمى بها عن الجلاهق وهوبضم الجيم اسم لقوس البندقة﴾ (عمدة القاری: ۹۶/۱۱)
''یعنی بندقہ اس خشک شدہ گول کی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں جو جلاھق سے پھینکی جاتی ہے اور جلاھق اس بندقہ کی کمان کا نام ہے۔''
اور دوسری جگہ فرمایا۔'' جلاھق، بندقہ ہی کا نام ہے۔''
لہٰذا آج کل کی بندوق کے بارے صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سابقہ بندقہ کی

ترقی یافتہ شکل ہے، اس سے بھی چوٹ پیدا ہوتی ہے جس سے بدن زخمی ہو جاتا ہے لیکن آج کی جدید بندوق میں بھی دھاری دار آلہ کی طرح کاٹنا نہیں ہوتا۔

مقام تحقیق

سب سے پہلے علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے نقل کیا جانے والا ایک حاشیہ درج ہے جو کہ علامہ ایجی کی تفسیر جامع البیان کے حاشیہ میں نقل کیا گیا ہے۔

﴿قال الشوکانی واما البنادق المعروفة الآن وهی بنادق الحدید التی یجعل فیها البار ودوالرصاص ویرمی بها فلم یتکلم علیها اهل العلم للتاخر حدوثها فانها لم تصل الی الدیار الیمنیة الافی المائة العاشرة من الهجرة وقد سالنی جماعة من اهل العلم عن الصید بها اذامات ولم یتمکن الصائد من تزکیته حیا والذی یظهر لی انه حلال لانها تخرق و تدخل فی الغالب من جانب منه و تخرج من جانب الآخر وفی الحدیث الصحیح فی الصحیحین اذا رمیت بالمعراض فخرق فکله فاعتبر الخرق فی تحلیل الصید﴾(جامع البیان: ۱/۱۵۷)

علامہ شوکانی کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ

''آج کل جو بندوقیں مشہور ہیں جن میں بارود اور سیسہ ڈال کر پھینکا جاتا ہے، ان کے بارے، اہل علم نے بحث نہیں کی کیونکہ یہ یمن کے علاقہ میں دسویں صدی میں پہنچی ہیں اور مجھ سے جب ان سے شکار کیے جانے والے جانور کے بارے پوچھا گیا جو کہ ذبح سے پہلے مرگیا ہو تو میں نے یہ مناسب جانا کہ وہ حلال ہے کیونکہ وہ خرق (پھاڑتا) کرتا ہے یعنی ایک جانب سے داخل ہو کر دوسری جانب نکل جاتا ہے اور صحیحین کی حدیث میں ہے کہ معراض کے

ذریعہ شکار کیا جائے اور وہ خرق کرے، (پھاڑ دے) تو کھاؤ تو وہاں شکار کے حلال ہونے میں خرق (پھاڑنے) کا اعتبار کیا ہے۔''

لیکن اس مسئلہ میں علامہ شوکانی کو دو مقامات میں غلطی لگی جس کی وجہ سے انہوں نے حلت کا فتویٰ لگایا۔

(الف) پہلی بات تو خود علامہ شوکانی نے تسلیم فرمائی کہ آج کل کی بندوق میں بارود اور سیسہ ڈال کر پھینکا جاتا ہے۔ اگر بارود کے ذریعہ وہ جانور مرا تو بارود کے پھٹنے کے صدمہ سے مرا اور یہ جانور نطیحہ میں داخل ہوگا کیونکہ نطیحہ کا معنی ہے صدمہ سے ہلاک ہونے والا جانور اور اسے قرآن حکیم میں حرام قرار دیا گیا ہے اور اگر سیسہ کی وجہ سے مرا تو دیکھا جائے گا کہ سیسہ کی دھار کی وجہ سے مرا یا سیسہ کی تیزی اور شدت کی وجہ سے پھٹ کر مرا۔ یہ ظاہر ہے کہ سیسہ کی گولی میں تیز دھار نہیں ہوتی اور اگر شدت سے وہ گولی گھسی اور دوسری طرف نکل گئی تو یہ جانور موقوذۃ میں داخل ہے جس کا معنی ہے غیر دھاری دار چیز کی شدت سے مرا ہوا جانور اور قرآن حکیم نے اسے بھی حرام قرار دیا ہے لہٰذا بندوق کی گولی سے مرا ہوا جانور حرام ہے۔

(ب) دوسری غلطی علامہ شوکانی کے طرز استدلال میں یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

''میں نے اس لیے حلال سمجھا کہ وہ خرق کرتا ہے (پھاڑتا ہے) اور صحیحین میں آیا ہے کہ اگر معراض خرق کرے تو کھاؤ۔''

لیکن علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی کسی حدیث میں خرق (را کے ساتھ) کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ وہاں خزق (زا کے ساتھ) کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اس باب کے شروع میں گزرا اور ان دونوں کے معنوں میں فرق ہے۔

خرق کا معنی پھاڑنا اور خزق کا معنی دھاری دار چیز سے زخمی کرنا، علامہ شوکانی کی اس دوسری جگہ کی نشاندہی کرنے کی جرأت اس ناکارہ کو اس لیے بھی ہوئی کہ خود علامہ

شوکانی نے نیل الاوطار میں صحیحین کی روایت کو نقل کیا اور فخزق کا لفظ فرمایا۔

﴿اذا رميت بالمعراض فخزق فكله وان اصابه بعرضه فلاتاكله﴾

اور پھر آگے چل کر فرمایا:

﴿ان الخزق شرط الحل﴾

اور پھر علامہ شوکانی نے فرمایا:

﴿وليس الرمي بالبندقة ونحوها من ذالك وانما هو وقيذ، وقد اتفق العلماء الامن شذمنهم على تحريم اكل ماقتلته البندقة والحجر وانما كان ذالك لانه يقتل الصيدبقوة رامية لابحده﴾(جامع البیان: ۱/۸۵)

اس عبارت میں خود علامہ شوکانی نے پھینکنے کی قوت کی وجہ سے شکار کیے جانے والے جانور کا حرام ہونا فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ تیز دھار آلے کی دھار سے یہ قتل نہیں ہوا بلکہ قوت رامیہ کی وجہ سے ہوا ہے۔

ان حوالہ جات سے مکمل تفصیل کے ساتھ یہ بات واضح ہوگئی کہ بندوق سے شکار کیے جانے والے جانور کو بغیر ذبح کے کھانا حلال نہیں۔

ڈاکٹر قرضاوی

علامہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب نے بھی اپنی کتاب ''اسلام میں حلال و حرام'' میں وہی طرز استدلال اختیار فرمایا ہے جو کہ علامہ شوکانی کا تھا چنانچہ قرضاوی لکھتے ہیں۔

بندوق اور ریوالور کی گولی سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ یہ گولی جسم میں تیز، تلوار اور نیزہ سے بھی زیادہ تیزی سے نفوذ کر جاتی ہے۔امام احمد بن حنبل کی روایت

﴿لاتاكل من البندقة الاماذكيت﴾

اور امام بخاری نے جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ بندقہ کا شکار موقوذۃ ہے

تو بندقہ سے مراد مٹی کا ڈھیلا ہے جسے پھینک کر شکار کیا جائے۔ یہ بندقہ موجودہ بندوق سے بالکل مختلف چیز ہے۔(الحلال والحرام فی الاسلام:۸۶)

اوراس سے پہلے علامہ قرضاوی نے بھی

﴿اذا رمیت بالمعراض فخرق فکل﴾

میں خرق کا لفظ را کے ساتھ نقل کیا۔

لہٰذا علامہ قرضاوی کی تحقیق کا بھی وہی جواب ہے جو کہ علامہ شوکانی کو دیا گیا ہے۔

شکار بذریعہ بارود کے احکام

بارود ایسے مادہ کو کہتے ہیں جو کیمیائی تحریکات کی وجہ سے پھٹ کر تباہی مچاتا ہے۔ لہٰذا بارود کے ذریعہ اگر خشکی کا جانور شکار کیا اور وہ مرگیا تو وہ حرام اور مردار ہوگا۔ البتہ اگر بارود کی وجہ سے شدید زخمی ہوگیا اور ابھی زندگی کی رمق باقی تھی کہ ذبح کرلیا تو یہ جانور بھی حلال ہوگا لیکن بارود کے ذریعہ شکار کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ ذبح کی وجہ سے۔

بارود کے ذریعہ اگر آبی جانور یعنی مچھلی کا شکار کیا تو وہ حلال ہوگا کیونکہ اس میں شکار کے ذریعہ خون بہانا مقصود نہیں جیسے بعض علاقوں میں مخصوص قسم کا بارود پانی کے اندر رکھ کر پھاڑتے ہیں جس کی وجہ سے مچھلیاں مر جاتی ہیں اور پھر انہیں کھا لیتے ہیں، یہ جائز ہے۔ بارود کی وجہ سے خشکی کا جانور اس لیے حلال نہیں ہوتا کہ بارود کے پھٹنے کی وجہ سے جب جانور مرے گا تو وہ صدمہ کی وجہ سے مرے گا، تیز دھار آلہ کی طرح سے زخمی ہوکر نہ مرے گا چنانچہ وہ نطیحہ کہلائے گا جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ (نطیحہ کا معنی پہلے گزر چکا ہے۔)

شکار بذریعہ جال

جال کے ذریعہ پرندوں اور خشکی کے جانوروں اور مچھلیوں کا شکار کرنا جائز ہے لیکن انہیں زندہ حالت میں جال میں پھنسا کر ذبح کرکے کھانا حلال ہوگا۔ سوائے مچھلیوں کے کہ اگر وہ جال میں رہ کر مر گئیں تب بھی حلال ہیں۔

اگر جال میں پرندے پھنس گئے اور خود بخود مر گئے یا کسی جانور کا جال کی وجہ سے گلا گھونٹا گیا تو وہ مردار اور حرام ہوگا۔

کیونکہ وہ منخنقہ کہلائے گا جسے قرآن حکیم میں حرام کہا گیا ہے۔(منخنقہ کا معنی گلا گھونٹ کر مارا جانے والا جانور)۔

﴿حیوان کے ذریعہ شکار﴾

حیوان کے شکار کا ثبوت قرآن وحدیث سے ''حیوان کا شکار'' میں تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں ''حیوان کا شکار بذریعہ بے جان آلہ'' کی تفصیلات لکھی گئی تھیں اور اب حیوان کا شکار بذریعہ آلہ جاندار یعنی شکار بذریعہ حیوان کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

شکار بذریعہ حیوان کا ثبوت از قرآن وحدیث

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾(المائدہ: ۴)

''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (جانور کے ذریعہ شکار کی جانے والی چیزوں میں سے) ان کیلئے کیا حلال ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں اور جو تم سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو، کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا، پس جو وہ تمہارے لیے پکڑیں وہ تم کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ بہت سرعت سے حساب لینے والا ہے۔''

اس آیت میں غور کیا جائے تو شکاری جانور کے ذریعہ شکار حلال ہونے کیلئے پانچ شرائط معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) شکار کرنے والا جانور سدھایا ہوا ہو، یہ شرط لفظِ ''وما علمتم'' سے واضح ہوئی۔

(ب) شکاری شخص اپنے شکاری جانور کو بذات خود شکار کے پیچھے دوڑائے اگر جانور خود دوڑا اور شکار کیا تو وہ حلال نہ ہوگا، اس شرط کا مفہوم لفظ ''مکلبین'' سے لیا گیا ہے چنانچہ صاحب جلالین نے مکلبین کی تفسیر ارسال (جانور چھوڑ دینا) سے کی ہے۔

(ج) شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگے بلکہ شکاری کے پاس لے آئے، یہ شرط ''مما امسکن'' سے معلوم ہو رہی ہے۔

(د) شکاری جانور کے چھوڑنے سے پہلے اس پر بسم اللہ پڑھی جائے، یہ شرط ''واذکروا اسم علیه'' سے واضح ہو رہی ہے۔

(ہ) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچویں شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کر دے اس شرط کی طرف لفظ ''جوارح'' میں اشارہ ہے۔(معارف القرآن:۳/۴۱)

فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں چند اور شرائط کو بہت ہی عمدہ طرح سے ترتیب دیا ہے جس سے ''شکار بذریعہ حیوان'' کے مسائل آسان فہم ہو جاتے ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے۔

شرائط شکار بذریعہ حیوان

حیوان کے ذریعہ شکار کرنے کیلئے فقہی کتاب میں تین قسم کی شرائط ملتی ہیں۔

(الف) کچھ شرائط شکار کرنے والے شخص سے متعلق ہیں۔

(ب) کچھ شرائط شکار کرنے والے جانور سے متعلق ہیں۔

(ج) بعض شرائط شکار کیے جانے والے جانور کے بارے میں ہیں۔

ان شرائط کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

شرائط برائے شکاری شخص

۱۔ شکاری مسلمان یا کم از کم اہل کتاب میں سے ہو تو شکار حلال ہوگا۔(کتاب الفقہ :۲/۳۶)

۲۔ شکاری جانور کو خود شکار پر چھوڑے، اگر وہ شکاری جانور خود ہی شکار کرے تو وہ حلال نہ ہوگا۔(معاف القرآن:۳/۴۰)

۳۔ شکاری جانور کو چھوڑنے میں شکاری شخص کے علاوہ کوئی ایسا شخص شامل نہ ہو جس کا کیا ہوا شکار حلال نہیں ہوتا۔لہٰذا اگر شکاری نے جانور چھوڑا اور مجوسی نے شکاری جانور کو ڈانٹا وہ تیزی سے شکار کو لایا تو یہ شکار حلال ہوگا لیکن اگر مجوسی نے جانور چھوڑا اور مسلمان نے جانور ہنکایا یا ڈانٹا جس پر جانور نے شکار کیا تو یہ شکار حلال نہ ہوگا۔(ہدایہ۴/۵۰۵)

۴۔ شکاری جانور پر اللہ کا نام عمداً و جان بوجھ کر نہ چھوڑا ہو اس لیے کہ ''واذکرو اسم الله عليه'' کا حکم موجود ہے۔

۵۔ شکاری جانور کو چھوڑنے اور پھر اسے پکڑنے کے دوران کسی اور کام میں مشغول نہ ہوا ہو۔

شرائط برائے شکاری جانور

۱۔ شکاری جانور کا تعلیم یافتہ (سدھایا ہوا) ہونا۔

۲۔ چھوڑنے کے طریقہ سے شکار پر چھوڑا گیا ہو اگر جانور نے خود ہی شکار کرلیا تو حلال نہ ہوگا۔(ہدایہ:۴/۵۰۵)

۳۔ اس تعلیم یافتہ جانور کے شکار کرنے کے دوران غیر تعلیم یافتہ جانور کا شکار کرنے میں شریک نہ ہونا۔(بحوالہ مذکورہ)

۴۔ شکاری جانور شکار کو زخم بھی لگادے، اگر محض گلا دبا کر ماردیا تو حلال نہ ہوگا۔

۵۔ شکاری جانور شکار کر کے خود نہ کھائے۔(بحوالہ مذکورہ)

شکار کیے جانے والے جانور کیلئے شرائط

۱۔ شکار کیا ہوا وہ جانور حلال ہوگا جو حرام جانوروں میں شمار نہیں ہوتا۔

۲۔ شکار کیا جانے والا جانور اپنے پروں یا پاؤں وغیرہ سے دفاع کر سکتا ہو، اگر وحشی حلال جانور بیمار ہے یا آپ کے گھر میں پالتو ہے تو بغیر ذبح کے حلال نہ ہوگا۔

۳۔ شکاری جانور کے ذریعے شکار ہونے والے جانور تک شکاری شخص کے پہنچنے سے پہلے وہ جانور مر جائے۔ (اگر زندہ رہا تو ذبح کے بغیر حلال نہ ہوگا)۔

شکاری جانور کی تعلیم

شکاری جانور ہر وہ جانور ہو سکتا ہے جو ''ذی ناب'' (کچلی والا) درندہ ہو یا اپنے پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ ہو۔

عام طور پر درندوں میں شکار کرنے کیلئے کتا اور پرندوں میں سے باز استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہاں ان دونوں کے تعلیم یافتہ ہونے کی علامات ذکر کی جاتی ہیں۔

کلب معلم کا معیار

کتے کو چاہے جس طرح بھی سدھایا جائے شریعت اسلامیہ میں اس کے بارے میں کوئی پابندی نہیں البتہ سدھائے جانے کے بعد شریعت کا ایک معیار ہے، اگر وہ اس معیار پر پورا اترے تو اسے تعلیم یافتہ کتا برائے شکار سمجھا جائے گا۔

شریعت اسلامی کے پیش نظر جانور کا سدھا ہوا ہونا اس حالت میں مانا جائے گا کہ جو شکار وہ کرے اسے خود نہ کھائے بلکہ مالک کیلئے روکے رکھے اور جب بھی اسے بلایا جائے تو حکم مانے، جب شکار پر چھوڑا جائے تو جھپٹ پڑے اور یہ عمل اس جانور پر تین بار کیا جائے اگر ایک بار بھی ایسا نہ کیا تو وہ غیر تعلیم یافتہ شمار ہوگا۔ (کتاب الفقہ: ۲/۵۴)

تعلیم یافتہ باز

شکاری پرندوں کی تربیت کا بھی کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے البتہ نگاہ شریعت میں شکاری پرندوں کا معیار اس طرح معلوم کیا جائے گا کہ جب بغیر گوشت دکھائے اسے

بلایا جائے تو واپس آ جائے، شکار پر چھوڑا جائے تو جھپٹ پڑے، یہ عمل تین بار کر کے تعلیم یافتہ ہونے کی تصدیق کی جائے گی۔

درندہ اور پرندہ کی تعلیم میں صرف ایک بات کا فرق ہے کہ پرندوں کی تعلیم میں اس بات کی قید نہیں کہ وہ شکار کرنے کے بعد اس جانور کا گوشت نہ کھائے۔

جانوروں کے شکار کے متفرق مسائل

(الف) اگر وحشی حلال جانور انسان سے مانوس ہو جائیں یا اتنے بیمار اور کمزور ہو جائیں کہ اپنا دفاع نہ کر سکیں تو ایسے جانور شکار سے حلال نہ ہوں گے۔

(ب) شکار حلال جانوروں کا جائز ہے اور حرام جانوروں کا بھی جائز ہے اگر ان سے کوئی منفعت ہو یا دفع مضرت ہو۔

(ج) شکار بطور تفریح اپنانا جائز ہے لیکن حلال جانور مار کر ضائع نہ کیے جائیں بلکہ کھا لیے جائیں۔

(د) شکار کو بطور پیشہ اپنانا بھی جائز ہے۔

☆☆☆

باب یازدہم

حیوان اور صید حرم

قبل ازیں یہ بات واضح ہو چکی کہ شکار نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ایک تفریح بھی ہے، اس سلسلے میں اب تک کی گزارشات کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔

۱۔ کسی جانور کا شکار دوسرے جانور کے ذریعے کیا جائے۔

۲۔ کسی جانور کا شکار کسی بے جان آلہ شکار مثلاً تیر اور بندوق وغیرہ سے کیا جائے۔

زیر نظر باب میں شکار کی ایک دوسرے زاویے سے حیثیت اور احکام و مسائل پر گفتگو کرنا مقصود ہے، اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہے کہ ''صید حرم'' سے مراد حرم کا شکار ہے اب اس مقام پر شکاری کی دو حیثیتیں ہیں۔

(الف) محرم شکاری (جس شکاری نے احرام باندھ رکھا ہو)

(ب) حلال شکاری (جس شکاری نے احرام نہ باندھا ہوا ہو)

حرم کے شکار کے بارے میں قرآن حکیم میں واضح احکام عطا کیے گئے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ

الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

(المائدہ: ۹۴تا۹۶)

اے ایمان والو! اللہ یقیناً تمہیں ایک بات سے آزمائے گا، اس شکار کے بارے جس پر تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہیں تا کہ اللہ یہ جان لے کہ تم میں سے کون بغیر دیکھے ڈرتا ہے؟ پھر جس نے زیادتی کی تو اس کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اے ایمان والو! جس وقت تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو نہ قتل کرو اور جو تم میں سے جان بوجھ کر مارے تو اس پر اس مارے ہوئے کے بدلے میں مویشی لازم ہے جو تم میں سے دو انصاف والے شخص تجویز کریں۔ اس طرح کہ وہ بدلہ کا جانور بطور ہدیہ کے کعبہ تک پہنچایا جائے یا اس پر چند محتاجوں کو کھانا کھلانے کا کفارہ ہے یا اس کے برابر روزے تا کہ وہ اپنے کام کی سزا چکھے، جو کچھ ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا اور پھر جو کوئی کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے فائدہ کیلئے حلال کر دیا گیا ہے اور تم پر جنگل کا شکار حرام ہے، جب تک کہ تم احرام کی حالت میں ہو اور تم اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم جمع ہو گے۔"

صیدحرم برائے محرم

مذکورہ بالا ارشاد باری تعالیٰ کے علاوہ کتب حدیث میں موجود ارشادات نبوی کی روشنی میں علماء نے صیدحرم کے بارے درج ذیل مسائل ذکر کیے ہیں۔

(الف) حرم میں احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام ہے، چاہے ماکول (حلال) جانور کا شکار کیا جائے یا غیر ماکول (حرام جانور) کا۔

کیونکہ قرآنی حکم

﴿لاتقتلوا الصید﴾

عام ہے۔

(ب) صید یعنی شکار ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں، عادۃً انسان کے پاس نہ رہتے ہوں لیکن جو خلقتۃً اہلی ہیں یعنی انسان کے پالتو جانور کہلاتے ہیں جیسے بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ وغیرہ ان کا ذبح کرنا اور کھانا دونوں محرم کیلئے جائز نہیں۔

(ج) جو جانور قرآن وحدیث کی دلیل کے ذریعہ مستثنیٰ ہوگئے ہیں، ان کو پکڑنا، قتل کرنا، حلال ہے۔ جیسے دریائی جانور کا شکار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿احل لکم صید البحر﴾

اسی طرح بعض خشکی کے جانوروں کو قتل کرنا بھی جائز ہے، جن کا ذکر حدیث میں ہے جیسے کوا، چیل، بھیڑیا، سانپ، بچھو، باؤلا کتا، اسی طرح جو درندہ حملہ کرے اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے چنانچہ اس کی واضح ترین دلیل بخاری شریف کی یہ روایت ہے۔

﴿عن ابن عمران النبی صلی الله علیه وسلم قال خمس لاجناح علی من قتلهن فی الحرم والاحرام الفارة، والغراب والحداة والعقرب والکلب العقور و فی روایة عائشة رضی الله عنها الحیة، والغراب الابقع﴾ (بخاری شریف: ۱۸۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں حرم میں حالت احرام میں قتل کرنا گناہ نہیں۔ چوہا، کوا، چیل، بچھو، باؤلا کتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے، سانپ اور ابلق کوا"

اسی طرح حملہ آور درندہ کو قتل کرنے کا جواز حدیث ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔

﴿عن ابی سعید الخدریؓ قال یقتل المحرم السبع العادی﴾(ترمذی شریف:۸۳۸)

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم حملہ کرنے والے درندوں کو مارسکتا ہے۔''

(د) جس حلال جانور کا شکار حرم سے باہر، بغیر احرام کی حالت میں کیا جائے اس کا کھانا محرم (احرام والے) کو جائز ہے جبکہ یہ محرم اس قتل وغیرہ میں مددگار، مشورہ دینے والا، اشارہ کرنے والا یا رہنمائی کرنے والا نہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے (محرم کو اس لیے کھانا جائز ہے کہ آیت میں محرم کیلئے ''لاتقتلوا'' کے الفاظ ہیں ''لاتاکلوا'' نہیں ہے۔)

﴿عن ابی قتادة (و فی اخر الحدیث) فلما اتوا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال امنکم احد امره ان یحمل او اشار الیها قالوا لا قال فکلوا مابقی من لحمها﴾ (بخاری شریف:۱۸۲۴)

''جب شکار کرکے رسول اللہ صلی اللہ کے پاس لائے تو آپ نے پوچھا کہ تم میں سے کسی نے ابوقتادہ سے شکار کرنے کو کہا تھا یا اشارہ کیا تھا؟ صحابہ نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر باقی گوشت کھالو''

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿صید البر لکم حلال وانتم حرم مالم تصیدوه او یصاد لکم﴾(ترمذی شریف:۸۴۶)

''خشکی کے شکار کا گوشت حالت احرام میں تمہارے لیے حلال ہے جب تک کہ تم خود شکار نہ کرو یا تمہارے لیے شکار نہ کیا گیا ہو۔''

شکار حرم کو جس طرح قصداً قتل کرنے پر جزاء واجب ہے، اسی طرح خطاء ونسیان میں بھی واجب ہے۔ (معارف القرآن ۳/۲۳۴، ہدایہ:۱/۲۵۸)

و۔ جس طرح پہلی بار قتل کرنے میں جزاء واجب ہے اسی طرح دوسری اور تیسری بار قتل کرنے پر بھی جزاء واجب ہوگی۔ (بحوالہ مذکورہ)

ز۔ قرآن حکیم میں بیان کردہ جزاء کی تفصیل یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس جگہ میں جانور قتل ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ عادل شخصوں (اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی عادل شخص) سے اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کرایا جائے، پھر اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مقتول جانور اگر غیر ماکول (حرام) جانور ہے تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی۔ (چاہے کتنا ہی بڑا اور قیمتی جانور ہو) اور اگر وہ جانور ماکول (حلال) تھا تو جس قدر تخمینہ ہوگا وہ سب واجب ہوگا، اس تخمینہ کو ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں اور اسے تینوں میں سے ہر ایک کے بارے اختیار ہے چاہے تو اس قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی خرید لے اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو بانٹ دے اور یا اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقہ فطر کے فی مسکین نصف صاع (پونے دوکلو) فقراء کو دے دے اور یا بحساب فی مسکین نصف صاع، جتنے مساکین کو غلہ پہنچا سکتا ہو اتنے شمار سے روزے رکھ لے اور تقسیم غلہ اور روزوں میں حرم کی قید نہیں اور اگر شکار کی قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی ہے تو پھر اسے اختیار ہے چاہے ایک مسکین کو کھانا دے دے یا ایک روزہ رکھ لے، اسی طرح اگر فی مسکین نصف صاع دے کر نصف صاع سے کم بچ گیا تو بھی اسے اختیار ہے چاہے وہ بقیہ نصف صاع کسی مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔

(ہدایہ: ۱/ ۲۵۸)

(ح) تخمینہ مذکورہ میں جتنے مساکین کا حصہ قرار پائے اگر ان کو دو وقت کھانا شکم سیر کر کے کھلا دے تب بھی جائز ہے۔ (معارف القرآن: ۱/ ۲۳۵)

(ط) اگر اس قیمت کے برابر جانور خریدنا تجویز کیا گیا مگر کچھ قیمت بچ گئی تو اس بقیہ میں اختیار ہے چاہے دوسرا جانور خریدے یا اس کا غلہ دے دے یا غلہ کے

حساب سے روزے رکھ لے۔ (بحوالہ مذکورہ)

(ی) جس طرح قتل میں جزاء واجب ہے اسی طرح ایسے جانور کو زخمی کرنے میں بھی تخمینہ کرایا جائے گا کہ اس سے جانور کی قیمت کس قدر کم ہوگئی ہے۔ اس قیمت کی مقدار میں پھر وہی سابقہ تینوں طرح کا اختیار ہوگا۔ (ہدایہ: ۱/۲۶۱)

(ک) محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے، اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے اگر اسے ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کا ہوگا اور اس حکم کی طرف اشارہ ''لاتقتلوا'' سے ملتا ہے کہ وہ جانور ذبح نہیں ہوتا بلکہ قتل ہوتا ہے۔ (معارف القرآن: ۳/۲۳۵، ہدایہ: ۱/۴۶۴)

(ل) اگر جانور کے قتل ہونے کی جگہ جنگل ہے تو جو آبادی اس سے قریب ہو وہاں کے اعتبار سے اس کی قیمت وغیرہ کا تخمینہ لگایا جائے گا۔

(م) محرم پر شکار کی طرف رہنمائی کرنا، اشارہ کرنا اور شکار میں مدد کرنا بھی شکار کرنے کی طرح حرام ہے۔

صید حرم برائے غیر محرم

صحاح ستہ کے مؤلفین نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں مکہ مکرمہ کی حرمت اور عزت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ولاینفر صیدھا﴾

صاحب لمعات لفظ ینفر کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

﴿**قوله ولاینفر من التنفیر ای لایتعرض له بالا صطیاد والا یحاش والا یھاج فیدل علی الاتلاف بطریق الاولیٰ فالتنفیر حرام**﴾ (لمعات بحواله مشكوة: ۲۳۸)

''ینفر کا لفظ تنفیر سے ماخوذ ہے یعنی بھگانا مطلب یہ ہے کہ حرم کے کسی جانور سے شکار، وحشت اور بھگانے کے ذریعے تعرض نہ

کرے، اس اعتبار سے یہ حدیث حرم کے جانور کو ہلاک کرنے کے عدم جواز پر بطریق اولی دلالت کرتی ہے۔ گویا تنفیر حرام ہے اس لیے صید حرم کو بھی ہلاک کرنا حرام ہے۔"

صاحب قدوری فرماتے ہیں:

﴿**وفی صید الحرم اذا ذبحه الحلال تجب قیمته یتصدق بها علی الفقراء**﴾(قدوری: ۸۲)

"حرم کے شکار کو اگر حلال شخص (غیر محرم) نے ذبح کیا تو اس جانور کی قیمت اس پر واجب ہوگی جسے فقراء پر صدقہ کرنا ہوگا"

اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

﴿**لان الصید استحق الامن بسبب الحرم لقوله علیه السلام ولا ینفر صیدها**﴾(هدایه: ۱/۲۶۴)

"اس لیے کہ حرم کی وجہ سے شکار امن کا مستحق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بھگانے سے بھی منع فرمایا"

اس بارے فقہاء نے درج ذیل مسائل بیان کیے ہیں۔

(الف) اگر کوئی شخص شکار کے ہمراہ حرم میں داخل ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ جانور کو چھوڑ دے۔ (البحر الرائق: ۳/۴۱)

(ب) اگر حرم میں لا کر شکار بیچ دیا تو اس پر لازم ہے کہ بیع واپس کرے اور اگر جانور مشتری کے پاس ضائع ہو گیا تو بائع پر بدلہ لازم ہے۔ (تبیین الحقائق: ۲/۶۹)

(ج) اگر کوئی شخص احرام باندھے اور اس کے گھر میں یا اس کے پنجرے میں شکار ہو تو اس کا چھوڑنا ضروری نہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

(د) اگر دو غیر محرموں نے حرم کا جانور شکار کیا تو ان پر ایک ہی بدلہ ہوگا اور اگر دو محرموں نے حرم میں شکار کیا تو ہر ایک کو بدلہ الگ الگ دینا ہوگا۔ (تبیین الحقائق: ۲/۷۱)

باب دوازدہم

﴿ذبح حیوان اور قتل حیوان﴾

زیرِنظر باب میں جانور کے جسم سے روح جدا کرنے کے دو مختلف طریقوں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ ذبح اور قتل میں کیا فرق ہے؟ ان میں سے اول الذکر کے جواز اور مؤخر الذکر کے عدمِ جواز میں کسے شبہ ہوسکتا ہے؟

اس سلسلے کے دلائل اور ذبح کی مختلف اقسام مع تعریفات زیرِنظر باب ہی میں قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حرام جانوروں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ﴾(المائدہ:۳)

''مگر یہ کہ تم جسے ذبح کرلو''

چنانچہ جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے ان کو ذبح کرنے کیلئے کتب فقہ و حدیث میں لفظ ذکوٰۃ استعمال کیا گیا ہے۔

ذکوٰۃ کا حکم

یہاں ذکوٰۃ کا لفظ ذال کے ساتھ ہے، زاء کے ساتھ نہیں کیونکہ اگر یہ لفظ زاء کے ساتھ ہو تو اس کا معنی مال کی سالانہ زکوۃ ہوگا اور اگر ذال کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ذبح کرنا ہوگا، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ماکول اللحم (ایسے جانور جن کا گوشت کھانا جائز ہے) کو ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہو جائے گا اور اگر غیر ماکول اللحم (جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں) کو ذبح کیا جائے تو وہ حلال تو نہیں ہوگا البتہ اس کا گوشت اور کھال پاک ہو جائیں گے، سوائے خنزیر کے کہ وہ پھر بھی حرام اور ناپاک رہے گا اور پاک اور حلال میں واضح فرق ہے اور وہ یہ کہ ہر حلال چیز تو پاک ہوتی ہے لیکن ہر پاک چیز کا حلال ہونا ضروری نہیں۔

ذکوٰۃ (ذبح) کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ذکوٰۃ اختیاری

۲۔ اضطراری یا غیر اختیاری

ذکوٰۃ اضطراری (غیر اختیاری)

ذکوٰۃ اضطراری کا معنی ہے:

﴿الجرح فی ای موضع کان من البدن﴾

(البحر الرائق: ۸/۱۶۷)

''جانور کے بدن کو کسی بھی جگہ میں زخمی کر دیا جائے۔''

اسے ذکوٰۃ اضطراری یا غیر اختیاری کہتے ہیں۔

عام طور پر یہ عمل ایسے جانوروں پر کیا جاتا ہے جو پالتو نہ ہوں جیسا کہ شکار کے احکام میں گزرا یا کوئی بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ بدک کر بے قابو ہو جائے اور اسے ذبح کرنے کیلئے قابو میں نہ لایا جاسکے اور ذبح کرنا مشکل ہو تو اللہ کا نام لے کر تیر یا برچھا وغیرہ مارا جائے اور اس کے جسم کے کسی حصہ پر لگ جائے، اس سے خون بہے اور وہ مرجائے تو اس کا کھانا حلال ہے، اسی طرح اگر کوئی جانور کسی شخص پر حملہ کر دے اور وہ شخص تلوار یا تیر وغیرہ سے اسے مارے اور خون بہہ کر وہ مرجائے تو جانور حلال ہے، مزید تفصیلات حیوان کے شکار کے احکام میں بیان کی گئی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ذکوٰۃ اختیاری

ذبح کی دوسری قسم اختیاری ہے اور یہی کثیر الاستعمال ہے، اس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم رقم طراز ہیں۔

﴿الجرح فیما بین اللبة واللحیین﴾ (البحر الرائق: ۸/۱۶۷)

''یعنی لبہ اور لحیین کے درمیان زخمی کرنا''

(لبہ گردن کے آخری حصہ کو جو سینہ سے ملا ہوتا ہے، کہتے ہیں اور لحیین سے مراد دونوں جبڑے ہیں) اب ذکوٰۃ اختیاری کے دو انداز ہیں۔

۱۔ ذبح

۲۔ نحر

ذبح کی تعریف

﴿الذبح قطع العروق من اعلی العنق تحت اللحیین﴾(البحر الرائق ۸/۱۷۱)

''ذبح کہتے ہیں رگوں کو کاٹنا، گردن کے اوپر والے اور جبڑوں کے نیچے والے حصہ سے۔''

ذبح کا یہ طریقہ اونٹ کے علاوہ باقی تمام مانوس جانوروں کیلئے ہے جیسے گائے، بیل اور بکری وغیرہ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ان جانوروں کیلئے ذبح کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾

نحر کی تعریف

﴿النحر قطع العروق فی اسفل العنق عند الصدر﴾(بحوالہ مذکورہ)

''یعنی نحر کہتے ہیں رگوں کو گردن کے نچلے حصہ میں سینہ کے قریب سے کاٹنا۔''

یہ طریقۂ نحر اونٹ کیلئے مسنون ہے۔ نحر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کے پاؤں باندھ کر کھڑا کر دیا جائے اور تیر، نیزہ برچھا یا بڑی چھری اس کے لبہ (سینہ کے قریب گردن کا حصہ) میں مار کر خون بہا دیا جائے جیسے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾(الکوثر:۳)

ذکوٰۃ اختیاری (ذبح اور نحر) کی شرائط

قرآن وسنت کی روشنی میں ذکوٰۃ اختیاری یعنی ذبح کیلئے تین شرائط ثابت ہوتی ہیں۔ (آسانی کیلئے ہم ذکوٰۃ اختیاری کو آئندہ ذبح سے تعبیر کریں گے۔)

۱۔ ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا۔

۲۔ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا۔

۳۔ شرعی طریقہ سے ذبح کرنا۔

ان شرائط کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (الانعام: ۱۲۱)

''یعنی اس جانور کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (النحل: ۱۱۵)

''جس جانور کو غیر اللہ کے ساتھ نامزد کر دیا ہو وہ نہ کھاؤ۔''

جبکہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی طرف آیت ذیل میں اشارہ ملتا ہے۔

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ (المائدہ: ۵)

''اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔''

ان ارشادات ربانی سے معلوم ہوا کہ کافر کا ذبیحہ حلال نہیں، سوائے اہل کتاب کے کیونکہ کافر اللہ کو مانتا نہیں تو نام بھی نہیں لے گا اور مشرک غیر اللہ کیلئے نامزد کرے گا وہ بھی حرام ہوگا اس لیے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح ''شرعی ذبح'' کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ذابح عاقل و بالغ ہو۔

رہی یہ بات کہ اگر ذبح کرنے والے کے بارے معلوم ہی نہ ہو وہ مسلمان تھا یا اہل کتاب یا کوئی مشرک، بت پرست اور مجوسی؟ سو اس سلسلے میں عقلی طور پر مندرجہ ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) اگر شہر کی اکثر آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہو تو ذابح معلوم نہ ہونے کے باوجود اسے کھانا حلال ہے۔

(۲) اگر شہر کی اکثر آبادی غیر مسلموں پر مشتمل ہو تو اسے کھانا حرام ہے تا آنکہ یہ یقین ہو جائے کہ اسے مسلمان یا کتابی نے ذبح کیا ہے۔
(۳) اگر شہر کی اکثر آبادی اہل کتاب پر مشتمل ہو تو اسے کھانا حلال ہے۔
(۴) اگر شہر کی آبادی مخلوط ہو تو تحقیق کے بغیر اس گوشت کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

(فقہی مقالات جلد رابع)

۲۔ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا

جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا شرط ہے اگر جان بوجھ کر اللہ کا نام چھوڑ دیا تو وہ مردار ہے اور اسے کھانا حرام ہے۔ یہ حکم مندرجہ ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

(الف) ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

(الانعام: ۱۲۲)

''اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''

(ب) ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾(الحج: ۳۶)

''پس تم ان (اونٹوں کو نحر کرتے وقت) کھڑا کر کے اللہ کا نام لیا کرو۔''

(ج) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ (الحج: ۳۴)

''اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی اس لیے فرض کی تھی کہ وہ مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں عطا فرمائے۔''

(د) ﴿وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ﴾

(الانعام: ۱۳۸)

''اور مویشی جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کیلئے۔''

(۵) ﴿وَ مَا لَكُمْ اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (الانعام: ۱۱۹)

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم ایسے جانوروں سے نہ کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔''

علامہ الجزیری فرماتے ہیں کہ تسمیہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ تسمیہ سے خالص اللہ کا نام لینا مقصود ہو۔ اس طرح کہ اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام لیا جائے خواہ اللہ کے ناموں کے ساتھ کوئی صفت بھی ہو جیسے ''اللہ اعظم'' کہنا یا صرف ذاتی نام اللہ کہا یا صرف صفاتی نام الرحمٰن کہا یا تسبیح ''سبحان اللہ'' کہا، یا تہلیل ''لا الہ الا اللہ'' کہا تو یہ جانور حلال ہوگا۔ لیکن اگر اللہ کا نام دعا کے ساتھ لیا جائے مثلاً ''اللھم اغفرلی'' اے اللہ میری مغفرت فرما تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ مستحب یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہے، نیز تسمیہ خود ذبح کرنے والا پڑھے۔ (کتاب الفقہ: ۲/۱۱۹۹)

۳۔ ذبح کا شرعی طریقہ

جواہر الفقہ میں ذبح کے طریقے اور آداب کے بارے مستند احادیث نقل کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں، ان کا خیال ذبح کے موقع پر رکھنا چاہیے۔

(۱) ﴿عن رافع بن خديج ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال ماانهر الدم واذكرو اسم الله عليه فكلوه ليس السن والظفر﴾ (صحیحین بحوالہ جواہر الفقہ: ۲/۳۷۶)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دھار دار چیز جانور کا خون بہادے اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے (وہ حلال ہے) کھا سکتے ہو، مگر دانت اور ناخن (کہ دھاری دار ہونے کے باوجود ان سے ذبح کرنا جائز نہیں، دیگر ہڈیوں کا بھی یہی حکم ہے۔)''

(۲) ﴿عن عدی بن حاتم قال قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم امر الدم بما شئت واذكر اسم الله﴾ (بحوالہ مذکورہ)

’’جس دھاری دار چیز سے چاہو جانور کا خون بہا دو اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لو۔‘‘

(۳)﴿عن شداد بن اوس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرتہ﴾ (بحوالہ مذکورہ)

’’اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے متعلق حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے، پس اگر تمہیں کسی کو (قصاص وغیرہ میں) قتل کرنا ہو تو بہتر ہیئت میں قتل کرو (کہ آسانی سے جان نکل جائے) اور کسی جانور کو ذبح کرنا ہو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، چنانچہ پہلے چھری کو خوب تیز کر لو (تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو)۔‘‘

(۴)﴿عن ابن عمر قال امر النبی اللّٰہ علیہ وسلم بحد الشفار وان تواریٰ عن البھائم قال اذا ذبح احدکم فلیجھز﴾ (بحوالہ مذکورہ)

’’رسول اللہ ﷺ نے چھریوں کی دھار کی جانب سے ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور حکم فرمایا کہ چھریاں جانوروں کی آنکھ سے چھپا کر رکھی جائیں، نیز فرمایا اگر ذبح کرو تو مکمل طور پر ذبح کرو (ادھورا نہ چھوڑو)۔‘‘

(۵)﴿قال ابن عباس و انس وابن عمر اذا قطع الراس مع ابتداء الذبح من الحلق ولایتعمد فان ذبح من القفالم توکل سواء قطع الرأس ام لم یقطع﴾ (بحوالہ مذکورہ)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حلق کی جانب سے ذبح کرتے وقت جانور کا

سر کٹ کر الگ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں بالا ارادہ ایسا نہ کرنا چاہیے کہ یہ مکروہ ہے اور اگر جانور کی پشت کی طرف سے ذبح کیا جائے تو وہ کسی حال میں حلال نہیں۔ برابر ہے کہ سر کٹ جائے یا نہ کٹے (یعنی دونوں حالتوں میں ناجائز ہے)۔"

(۶) ﴿الذكوة بين الحلق واللبة (دارقطنی) وقال ابن عباس الذكاة بين الحلق واللبة ذكره البخاري في تراجمه ومثله عن عمر رضي الله عنه في تخرج الهداية﴾ (بحوالہ مذکورہ)

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذبح حلقوم اور نرخرہ کے بیچ میں ہونا چاہیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے۔"

(۷) ﴿افرالاوداج بماشئت﴾ (بحوالہ مذکورہ)

"رگیں (جن کو اوداج کہتے ہیں) ان کو اچھے طریقے سے کاٹ دو۔ خواہ کسی بھی آلہ ذبح سے ہو۔"

(۸) ﴿عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن شريطة الشيطان هي الذبيحة يقطع منها الجلد ولاتفرى الاوداج﴾ (بحوالہ مذکورہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کے ذبیحہ سے منع فرمایا، یعنی ایسے ذبیحہ سے جس کا صرف اوپر کا گوشت کاٹا جائے اور نرخرہ کے متصل رگیں سالم رہ جائیں۔"

(۹) ﴿نهى النبي صلى الله عليه وسلم ان تنخع الشاة اذا ذبحت﴾ (بحوالہ مذکورہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے نخع کرنے سے منع فرمایا (یعنی ذبح میں اتنا مبالغہ کرنا کہ گردن کی ہڈیوں کے سفید مغز اور گودے

بھی کاٹے جائیں)۔''

(۱۰) ﴿قال علیہ الصلوۃ والسلام فی امر المجوس غیر ناکحی نسائهم ولا اکلی ذبائحهم﴾

''نبی کریم ﷺ نے آتش پرست کافروں کے متعلق فرمایا کہ ان کی عورتوں سے شادی کرنے اور ان کے ہاتھ کے ذبیحہ کھانے کے علاوہ دوسرے امور میں ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کرو۔(مجوس کے اس حکم میں اہل کتاب کے سوا دوسرے کفار ومشرکین سب شامل ہیں کہ ان کا ذبیحہ اور عورتیں مسلمان کیلئے حلال نہیں حرام ہیں)۔''

ان احادیث سے ذبح کرنے کا طریقہ اور مندرجہ ذیل آداب معلوم ہوئے۔

(الف) ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کی گردن کو حلق اور لبہ (گردن کا وہ حصہ جو سینہ کے ساتھ متصل ہے) کے درمیان سے کاٹنا یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جائیں۔ دوخون کی رگیں اور تیسری سانس کی نالی، چوتھی کھانے کی نالی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر تین رگیں بھی کٹ جائیں تو جانور حلال ہوگا لیکن صرف دو رگیں کٹنے سے حلال نہ ہوگا۔

(ب) اس بات کا پورا اہتمام کیا جائے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو۔ چنانچہ چھری تیز کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کرو اور حلقوم پورا کاٹو تاکہ آسانی سے جان نکل جائے کہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔ (کنز العمال:۶/۲۶۹)

(د) زندہ جانور کا کوئی عضو نہ کاٹا جائے۔

(ہ) جانور کو گدی کی طرف سے ذبح نہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھٹکا دے کر ذبح کرنا جائز نہیں جس میں یکدم گردن الگ کردی جاتی ہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا گوشت بھی حلال نہیں۔

آلات جدیدہ سے ذبح حیوان کے شرعی احکام

انسانی آبادی جس تیزی کے ساتھ بڑھتی جارہی ہے، اسی تیزی سے انسانی ضروریات بھی بڑھتی جارہی ہیں اور چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اس لیے ضروریات زندگی کی تکمیل نے انسان کو مختلف نئی چیزوں سے روشناس کرایا۔ سفر کی سہولیات کیلئے انسان گھوڑے کی پشت سے اتر کر گاڑی اور ہوائی جہاز کی پشت پر سوار ہوگیا۔ میدان جنگ میں طاقت آزمائی کیلئے انسان تیر اور تلوار کو چھوڑ کر رائفل اور موزر تک پہنچ گیا۔ منجنیق کو خیر باد کہہ کر ٹینک اور توپ ایجاد کر چکا، وسائل نشر واشاعت اور ذرائع ابلاغ پر اس نے ایسی کمند ڈالی کہ انسان گھر بیٹھے پوری دنیا میں جہاں چاہے، جس سے چاہے اور جب چاہے بات کرسکتا ہے۔

تکمیل ضرورت کے اسی جذبے نے ''ذبح حیوان'' کے سلسلے میں بھی نت نئے طریقے ایجاد کیے جس نے لوگوں کی غذائی ضروریات کی تکمیل میں اپنا پورا پورا کردار ادا کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے کچھ شکوک وشبہات کو بھی جنم دیا اور بہت سے دینی سمجھ بوجھ اور ذہنیت رکھنے والے متمول افراد اسے کھانے میں احتیاط کرنے لگے، اس لیے ہم اختصار کے ساتھ اس کا طریقہ اور شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ پہلو بھی تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے، البتہ تفصیلی مطالعہ کے خواہاں حضرات فقہی مقالات کی چوتھی جلد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ آلات جدیدہ سے ذبح کا طریقہ کار کچھ اس طرح سے ہے۔

۱۔ مرغیوں کو ذبح کرنے کا عمل ایک مشین کے ذریعے کیا جاتا ہے جو ذبح سے لے کر پیکنگ تک کے تمام مراحل خود ہی انجام دیتی ہے البتہ اس میں مرغی کو بجلی کے کرنٹ پر مشتمل ٹھنڈے پانی سے گزرنا پڑتا ہے۔

۲۔ ایک گھومنے والی مشینی چھری کے ذریعے مرغیوں کی گردن کاٹی جاتی ہے۔

۳۔ اس کے بعد جسم کی آلائش وغیرہ دور کرنے کیلئے انہیں گرم پانی سے گزارا جاتا ہے۔

شرعی طور پر ان تمام امور پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں اس لئے ان سے بچنے

کیلئے مندرجہ ذیل امور کا اطمینان کرنے کے بعد ہی اس گوشت کو استعمال کیا جائے ورنہ احتیاط بہتر ہے۔

۱۔ جس ٹھنڈے پانی سے مرغیوں کو گزارا جاتا ہے، اس میں یا تو سرے سے ہی کرنٹ نہ چھوڑا جائے اور اگر اس کے بغیر گزارہ نہ ہو تو پھر اس بات کا یقین ہونا ضروری ہے کہ اس کرنٹ کی وجہ سے مرغی کی حرکت قلب بند نہیں ہوئی۔

۲۔ گھومنے والی مشینی چھری کے بجائے اس مقام پر چار مسلمان یا اہل کتاب افراد کو کھڑا کر دیا جائے اور وہ ہر آنے والی مرغی کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے جائیں کیونکہ تسمیہ ضروری ہے اور مشینی ذبیحہ کی صورت میں وہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مشین تو بسم اللہ نہیں پڑھ سکتی۔

۳۔ جس گرم پانی سے مرغیوں کو گزارا جاتا ہے، وہ پانی اتنا گرم نہ ہو جسے ''کھولتا ہوا پانی'' کہا جا سکے۔

اگر ان تین چیزوں کا اطمینان حاصل ہو جائے تو مشینی ذبیحہ کے حلال ہونے میں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

قتل حیوان

قربانی، عقیقہ اور ذبح یا شکار کر کے کھانے میں جانور کی جان جاتی ہے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ان کاموں کے علاوہ بعض دوسری صورتوں میں بھی جانوروں کو مار ڈالنے کے احکام بھی احادیث میں واضح طور پر موجود ہیں۔

حیوان کا قتل جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے قتل کا مقصد مدنظر ہونا چاہیے اگر بے مقصد قتل حیوان ہو تو وہ بالاتفاق حرام ہے اگر با مقصد قتل ہو تو پھر مقصد کو دیکھا جائے گا کہ شریعت اسلامیہ کے حکام کے مطابق وہ مقصد صحیح ہے یا نہیں اگر مقصد صحیح ہو تو جانوروں کا قتل جائز ہے مثلاً ایذا سے بچنے کیلئے جانور قتل کرنا وغیرہ لیکن اگر وہ مقصد اسلامی احکام کے مطابق غلط ہے تو یہ قتل بھی ناجائز ہے یہ قانون ہمیں ان مستند احادیث سے معلوم ہو رہا ہے جو ذیل میں تفصیلاً بیان کی جارہی ہیں۔

(الف) قتل کرنے کیلئے جانور کو بلاضرورت باندھنا

﴿عن ابن عمر رضی الله عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ینهیٰ ان تصبر بهیمة اوغیرها للقتل﴾ (مشکوة: ۳۵۷)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ چوپائے وغیرہ کو قتل کیلئے باندھنے سے منع فرمارہے تھے۔''

(ب) جانوروں پرنشانہ بازی کی مشق کرنا

﴿عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن من اتخذ شیئا فیه الروح غرضا﴾ (مشکوة: ۳۵۷)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو جاندار کو نشانہ بنائے۔''

آج کل عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ''ایئر گن'' کے ذریعہ کوّے اور چڑیا وغیرہ کو بلامقصد نشانہ بنایا جاتا ہے جو کہ بالکل ناجائز ہے چنانچہ ارشاد الہائم صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ مچھلی کا شکار کرنے والے خراطین (کیچوے) کو کانٹے میں پرو کر مچھلی شکار کرتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔

(ج) بے مقصد شکار یا قتل کرنا

﴿عن عبدالله بن عمرو بن العاص ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من قتل عصفوراً فما فوقها بغیر حقها ساله اللّٰه تعالیٰ عن قتله قیل یارسول اللّٰه وما حقها؟ قال ان یذبحها فیاکلها ولا یقطع راسها فیرمی بها﴾ (مشکوة: ۳۵۸)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق قتل کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے قتل کے متعلق باز پرس فرمائیں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کرے اور پھر کھالے لیکن ایسا نہ کرے کہ سر جدا کر کے پھینک دے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اسے کھانے کیلئے ذبح یا شکار کرنا درست ہے اور بے مقصد قتل کرنا جائز نہیں۔

(د) مخصوص جانوروں کے قتل کی ممانعت

﴿عن ابن عباس رضى الله عنه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل اربع من الدواب، النملة والنحلة والهدهد والصرصر﴾ (مشكوة: ٣٦٢)

''رسول اللہ ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، لٹورا۔''

محدثین لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں چار جانوروں کی تخصیص تمثیلاً ہے، اصل میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جس جانور کا نہ کھانا مقصود ہو اور نہ وہ ایذا پہنچا رہا ہو تو اس کو قتل کرنا مناسب نہیں۔

(ہ) جانوروں کو آگ کے ذریعہ مارنا

﴿عن عبدالرحمن بن عبدالله عن ابيه قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر (وقال فى آخر الرواية) رأى قرية نملة قد حرقناها. قال من حرق هذه فقلنا نحن، قال انه لاينبغى ان يعذب بالنار الارب النار﴾ (مشكوة: ٣٠٧)

''ایک سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ نے چیونٹوں کا ایک بھٹ

دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا، آپ نے فرمایا اسے کس نے جلایا؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلایا تھا، آپ نے فرمایا آگ سے سزا دینا سوائے رب النار (اللہ تعالیٰ) کے کسی کو جائز نہیں۔"

اس ارشاد نبوی سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو آگ سے جلانا جائز نہیں لہٰذا کھٹملوں پر گرم پانی ڈالکر بھگانا یا مارنا جائز نہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اگر موذی جانور کو کسی اور طرح دور کرنا یا مارنا ممکن نہ ہو تو پھر مجبوراً آگ کے ذریعہ تکلیف دور کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

باب سیزدہم

﴿حیوانات کیلئے ایذا اور ظلم کے مختلف پہلو﴾

زیر نظر باب کے درحقیقت دو الگ الگ عنوان بنتے ہیں۔

۱۔ جانوروں کیلئے ایذاء رسانی کی مختلف صورتیں اور ان کی ممانعت

۲۔ جانوروں کی طرف سے نقصان ہونا یا اس پر کسی کا ظلم کرنا اور اس کے متعلقہ احکام و مسائل لیکن یہاں ان دونوں کو ایک ہی باب میں ذکر کرنے کی وجہ مضمون کا قرب اور ایک معنی میں اتحاد بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، اس لیے آپ ﷺ جہاں اور جہانوں کیلئے رحمت ثابت ہوئے۔ وہاں عالم حیوانات کیلئے بھی شفقت و رحمت کے پیکر مجسم ثابت ہوئے اور انہیں ہر ممکن ایذاء سے بچانے کیلئے مختلف اوقات میں آپ ﷺ نے امت کو مختلف اصول عطاء فرمائے۔ چنانچہ اس باب میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن میں حیوانات کو مختلف طریقوں سے تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(الف) جانور کو ترسانا

﴿عن ابن عمر و ابی هريره قالا قال رسول الله صلی الله عليه وسلم عذبت امرأة فی هرة امسكتها حتیٰ ماتت من الجوع فلم تكن تطعمها ولا ترسلها فتا كل من حشاش الارض﴾ (مشکوۃ: ۱۶۸)

''حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا کہ اس نے بلی کو پکڑ رکھا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی یہ عورت نہ اسے کھانے کو خود کچھ دیتی اور نہ اسے چھوڑتی کہ حشرات الارض سے اپنی غذا حاصل کرلیتی۔''

(ب) جانوروں کے چھوٹے بچوں کو پکڑنا

﴿عن عبدالرحمن بن عبدالله عن ابيه قال كنامع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر فانطلق لحاجته فرأينا حمرة معها فرخان فاخذنا فرخيها فجاء ت الحمرة فجعلت تفرش فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فقال من ضجع هذه بولدها ر دواليها﴾ (مشكوة: ۳۰۷)

''حضرت عبدالرحمٰن بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، آپ اپنی حاجت کیلئے تشریف لے گئے، ہم نے ایک لال مادہ دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا وہ لال مادہ آئی اور وہ بچھی جاتی تھی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کس نے اسے اس کے بچوں کی طرف سے دردمند کیا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کردو۔''

(ج) ذبح کرتے وقت بھی بلاضرورت تکلیف نہ دی جائے

﴿عن شداد بن اوس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله تبارک و تعالىٰ كتب الاحسان على كل شئى فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته﴾ (مشكوة: ۳۵۷)

''شداد بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کو لازم قرار دیا ہے لہٰذا جب تم (کسی قوم) کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے (جس میں جان کنی کی تکلیف کم سے کم ہو) قتل کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کیا کرو

تو اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو اور وہ اس طرح کہ اپنی چھری تیز کرلیا کرو اور اپنے ذبح ہونے والے جانور کو راحت پہنچاؤ۔"

(د) جانور کے چہرہ پر نشان داغنا

﴿عن جابر رضی الله عنه قال نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن الضرب فی الوجه و عن الرسم فی الوجه﴾ (مشکوۃ: ۳۵۸)

"رسول اللہ ﷺ نے چہرہ پر مارنے اور اس پر نشان لگانے سے منع فرمایا"

﴿عن جابر رضی اللّٰه عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مر علیه حمار و قدوسم فی الوجه قال لعن الله الذی وسمهٗ﴾ (بحوالہ مذکورہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک گدھا گزرا، اس کے چہرہ پر نشان لگا ہوا تھا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس کے چہرہ پر نشان لگایا ہے۔"

ارشاد الھائم میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے۔

"کسی دھاری دار آلہ سے جانور کے نشان لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس کا زخم گوشت تک نہ پہنچے صرف جلد تک رہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ چہرہ پر نشان نہ لگایا جائے۔ شامی عن الاتقان میں لکھا ہے کہ گرم لوہے سے داغنا جائز ہے بشرطیکہ زیادہ ایذا نہ ہو۔" (ارشاد الہائم: ۹)

(ہ) زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹنا

﴿عن ابی واقد اللیثی قال قدم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم المدینة وهم یحبون اسنمة الابل ویقطعون الیات الغنم فقال مایقطع من البهیمة فهی میتة

لاتوکل﴾ (مشکوۃ: ۳۵۹)

''ابو واقد اللیثی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ایسے زمانہ میں تشریف لائے کہ اہل مدینہ اونٹوں کے کوہانوں کو اور دنبہ کی چکتیوں کو (زندہ حالت میں) کاٹ لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا زندہ جانور سے جو عضو کاٹا جائے وہ عضو مردار ہے، اسے نہ کھایا جائے۔

(و) زندہ جانوروں کو آپس میں لڑانا

﴿عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البهائم﴾

(ترمذی شریف: ۱۷۰۸)

''رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا۔''

نوٹ: مرغ بازی، بٹیر بازی وغیرہ کا تفصیلی حکم گزشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرما چکے۔

(ز) کام لیتے وقت جانور پر زیادہ بوجھ لادنا یا اسے مارنا

﴿عن یعلی بن مرة الثقفی قال بینا نحن نسیر معه (مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اذ مررنا ببعیر یسنی علیه فلما راه البعیر جر جر فوضع جرانه فوقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال این صاحب هذا البعیر فجاءه فقال بعنیه فقال بل نهبه لک یا رسول اللہ وانه لاهل بیت مالهم معیشة غیره قال اما اذا ذکرت هذا من امره فانه شکی کثرة العمل و قلة العلف فاحسنوا الیه﴾ (مشکوۃ: ۵۴۰)

''حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے کہ اچانک ہمارا گزر ایک اونٹ پر ہوا

جس پر (آب پاشی کیلئے) آب کشی کی جاتی تھی، جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اپنی گردن کا اگلا حصہ جھکا دیا۔ آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ مالک حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کیلئے ہدیہ ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ اونٹ ایسے گھرانہ کا ہے کہ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر قصہ ایسا ہی ہے تو میں اسے نہیں خریدتا لیکن اس اونٹ نے کام زیادہ اور خوراک کم دینے کی شکایت کی ہے لہٰذا اس سے اچھا برتاؤ کرو۔"

ارشاد الھائم فی حقوق البہائم میں لکھا ہے۔

"کہ درمختار میں بیل اور گدھے وغیرہ سے کام لینے کی یہ شرط لگائی گئی ہے کہ بدوں مشقت اور مار کے کام لیا جائے، اس لیے کہ جانور پر ظلم کرنا ذمی پر ظلم کرنے سے زیادہ شدید ہے اور ذمی پر ظلم کرنا مسلمان پر ظلم کرنے سے زیادہ شدید ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت جانوروں پر ظلم کرنا ہے اور درمختار کے اس قول کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ جانور کے منہ اور سر پر مارنے کی ممانعت تو بالاجماع ہے البتہ تادیباً مار سکتا ہے لیکن محض تیز دوڑانے کیلئے مارنا ہرگز جائز نہیں۔" (ارشاد الہائم:۱۶)

حیوان کی جانب سے نقصان کا حکم

نگاہِ شریعت کی باریک بینی یا زیادہ صحیح الفاظ میں اس کی بصیرت قابل داد ہے جس نے جانوروں کے تحفظ کیلئے سب سے پہلے اصول وضوابط منضبط کر کے ان تک کے حقوق متعین کر دیئے، اسی طرح نگاہ شریعت نے اپنی توجہ اس نکتے کی طرف بھی مبذول کی ہے کہ اگر جانور کے ذریعے کسی کا نقصان ہو جائے مثلاً وہ کسی کو کاٹ کھائے یا ٹکر مار دے وغیرہ یا کوئی شخص کسی جانور کو نقصان پہنچائے تو اس صورت میں کیا احکام متوجہ ہوں گے؟ اور ان تمام متوقع خطرات ونقصانات کی تفصیلی فہرست مع احکام شرعیہ کے فقہاء کرام

نے اپنی کتابوں میں جمع فرما دیئے ہیں اور صرف اسی عنوان پر مختلف ابواب میں طویل بحث فرمائی ہے یہاں اس کا خلاصہ ہم اپنے الفاظ میں بقید حوالہ جات ذکر کر رہے ہیں۔

(الف) کسی جانور پر کوئی شخص سوار تھا، اس جانور نے کسی شخص کو اپنی ٹانگوں سے رند ڈالا یا سر کی ٹکر سے مارا یا کاٹ لیا یا کسی پر چڑھ گیا تو یہ سوار نقصان کا ضامن ہوگا۔ (هدایہ:۴/۶۰۶)

(ب) اگر چلتے ہوئے سواری کی دولتی سے یا دم سے نقصان ہو جائے تو سوار ضامن نہیں لیکن اگر سواری کھڑی تھی پھر ایسا ہوا تو یہ سوار ضامن ہوگا۔ (هدایہ: ۴/۶۰۷)

(ج) اگر سواری کے جانور کے پاؤں سے چلتے ہوئے کنکری یا گٹھلی وغیرہ اڑ کر کسی کی آنکھ میں لگی اور نقصان پہنچا تو سوار ضامن نہیں البتہ اگر بڑا پتھر لگا تو ضامن ہوگا۔ (بحوالہ مذکورہ)

(د) اگر جانور نے چلتے ہوئے راستہ میں گوبر کر دیا یا پیشاب کر دیا اور اس کی وجہ سے کوئی پھسل کر ہلاک ہو گیا یا نقصان پہنچا تو سوار ضامن نہ ہوگا اگر بول و براز ہی کیلئے جانور کو کھڑا کیا تھا پھر بھی ضامن نہ ہوگا، البتہ اگر کسی اور کام کیلئے کھڑا کیا تھا تو ضامن ہوگا۔ (بحوالہ مذکورہ)

(ہ) جن مسائل میں سوار ضامن ہوتا ہے، ان میں جانور کو آگے سے کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا بھی ضامن ہوتا ہے۔ (بحوالہ مذکورہ)

(و) اگر کسی شخص نے جانور کو ہانکا اور جانور پر رکھی ہوئی زین یا دوسرا سامان کسی شخص پر گر گیا اور اسے نقصان پہنچا تو ہانکنے والا ضامن ہوگا۔ (بحوالہ مذکورہ)

(ز) اگر سدھائے ہوئے شکاری پرندے کو چھوڑا پرندہ نے فوراً کسی دوسرے شخص کے مملوکہ جانور کو شکار کر لیا تو یہ چھوڑنے والا ضامن ہوگا، ورنہ نہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

(ح) اگر شکاری جانور مثلاً کتا وغیرہ چھوڑا اور اسے ہشکارا، اس نے کسی کا جانور شکار

کرلیا یا کھیتی وغیرہ خراب کردی تو یہ ضامن ہوگا۔(بحوالہ مذکورہ)

(ط) اگر بھینس یا کوئی جانور خود بخود نکل بھاگا اور دن یا رات میں کسی آدمی کو یا کھیت یا اشیاء کو نقصان پہنچایا تو مالک ضامن نہ ہوگا۔(بحوالہ مذکورہ)

ضابطہ

جانور کی طرف سے نقصان پیش آنے پر ضمان ہونے یا نہ ہونے کیلئے ان مذکورہ بالا مسائل سے یہ ضابطہ سمجھ میں آتا ہے کہ جن امور میں احتراز ممکن ہے ان کی وجہ سے اگر نقصان پیش آیا تو ضمان بھی ہوگا اور جن امور میں احتراز ممکن نہیں ان میں ضمان بھی نہ ہوگا۔

حیوان کو نقصان پہنچانے کا حکم

جب جانوروں کو انسان کی طرف سے نقصان پہنچے تو جانور کے مصرف اور اس کے حالات کے پیش نظر ضمان لازم ہوگا مثلاً

(الف) اگر قصاب کی بکری کی آنکھ کسی نے پھوڑ دی تو اس کی وجہ سے جانور کی قیمت میں جتنی کمی آئے گی وہ اس کا ضامن ہوگا (کیونکہ وہاں صرف گوشت ہی مقصود ہے)(ھدایہ:۴/۶۰۷)

(ب) اگر اونٹ یا گائے یا بکری والے کے جانور کی آنکھ پھوڑ دی تو اس جانور کی چوتھائی قیمت ادا کرنی ہوگی۔اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے (قضی فی عین الدابة ربع القیمة) جانور کی آنکھ کے بارے چوتھائی قیمت کا فیصلہ فرمایا تھا۔ (بحوالہ مذکورہ)

(ج) کوئی شخص جانور پر سوار ہوکر جارہا تھا کہ کسی نے اس جانور کو کونچا یا لاٹھی ماری اور وہ جانور بدکا اور پھر کسی کو نقصان پہنچا تو یہ بدکانے والا ضامن ہوگا، سوار ضامن نہ ہوگا۔(بحوالہ مذکورہ)

☆☆☆

باب چہاردہم

﴿منافعِ حیوانات﴾

قدیم زمانہ سے آج تک جانور کو ذریعہ سفر اور سواری کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے اور ان سے بہت سے فائدے اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں رسول اللہ ﷺ نے جانور کے ذریعہ سفر کے جو آداب اور دوران سفر جانوروں کا تذکرہ فرمایا ہے، اس سلسلے کے ارشادات نبویہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(الف) دوران سفر جانور کے حقوق

﴿عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا سافرتم في الخصب فاعطوا الابل حقها من الارض واذا سافرتم في السنة فاسرعوا عليها السير واذا عرستم بالليل فاجتنبوا الطريق فانها طرق الدواب ومأوى الهوام بالليل﴾ (مرقاة: ۳۲۸/۷)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم فراخ سالی کے زمانے میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا وہ حق دو جو زمینوں میں ہے، ان کو خوب چراؤ اور جب گرانی میں سفر کرو تو تیز چلو تاکہ کمزور ہونے سے پہلے منزل پر پہنچا دے اور جب تم رات کو کہیں ٹھہرو تو راستہ کو چھوڑ دو اس لیے کہ ان پر جانور چلتے ہیں اور زہریلے جانوروں کا مسکن ہیں۔"

اس روایت سے جو احکام معلوم ہوئے ان میں تانگہ اور بیل گاڑی بھی داخل ہیں۔

(ب) سفر میں کتا اور گھنٹی کا ساتھ ہونا

﴿عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ لاتصحب

الملئکة رفقة فیها کلب او جرس﴾ (مرقاۃ: ۷/۳۲۷)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے اس قافلہ کے ساتھ نہیں جاتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔''

اگر کتا حفاظت کیلئے ہو تو اس کی اجازت احادیث سے ثابت ہے۔ گھنٹی سے مراد محض آواز کیلئے ہو، اگر راستہ میں دوسروں کو خبردار کرنے کیلئے ہو تو یہ جائز ہے۔

(ج) سفر سے واپسی پر شکرانہ

﴿عن جابرؓ قال ان النبی ﷺ لما قدم المدینة نحر جزوراً او بقرة﴾ (مرقاۃ: ۷/۳۳۲)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اونٹ یا گائے ذبح فرمائی''۔

(د) سواری پر بے جا بیٹھنا

﴿عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال لا تتخذ واظهور دوابکم منابر فان الله انما سخرلکم لتبلغکم الی بلد لم تکونوا بالغیه الابشق الانفس وجعل لکم الارض فعلیها فاقضوا حا جاتکم﴾ (مشکوۃ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی سواری کے جانوروں کو منبر مت بناؤ (یعنی اگر کوئی دوست وغیرہ مل گیا تو سواری کو روک کر اس پر بیٹھے ہوئے گھنٹوں باتیں نہ کرتے رہو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ جانور تمہارے تابع اس لیے کیے ہیں تاکہ تمہیں ایسے مقام تک پہنچا دیں جہاں تم بغیر نفس کی سخت مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے، اس پر (اتر کر) اپنی ضروریات پوری کیا کرو۔''

(ہ) منزل پر پہنچ کر پہلے سامان اتارا جائے

﴿عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا اذا نزلنا منزلا لانسبح حتی یحل الرحال﴾ (بحوالہ مذکورہ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ سواریوں کو نہ کھول دیتے۔''

فائدہ

حیوانات کا ذریعہ سفر کے طور پر استعمال کیا جانا اور اس سلسلے میں سوار کے ذمہ کچھ حقوق اور ذمہ داریوں کا لاگو ہونا مذکورہ احادیث سے واضح ہوا اور مندرجہ ذیل امور نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئے۔

۱۔ اگر خوش حالی میں سفر کرنے کا اتفاق ہو تو جانور کو سرسبز و شاداب مقامات پر چرنے کا موقع فراہم کرنا چاہیے۔

۲۔ اگر خشک سالی میں سفر کرنے کا موقع درپیش ہو تو راستے میں زیادہ پڑاؤ کرنا جانور اور سوار دونوں کیلئے نقصان دہ ہے۔

۳۔ رات کے وقت اگر درمیان ہی میں پڑاؤ ڈالنے کی ضرورت پیش آجائے تو راستے کے وسط میں منزل کرنے سے گریز کیا جائے۔

۴۔ سفر میں بلاضرورت شدیدہ کتا لے کر نہ جایا جائے۔

۵۔ سفر بخیریت واپسی پر بطور شکرانہ جانور ذبح کرنا مستحب ہے۔

۶۔ دوران سفر اگر کوئی دوست وغیرہ مل جائے تو جانور کی پشت سے اتر کر بات کی جائے۔

۷۔ منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جانوروں پر لدا ہوا بوجھ اتارنا چاہیے۔

﴿حیوان، دودھ، انڈہ اور شہد﴾

زندگی کی بہت سی نعمتیں ''جن سے ہر انسان یکساں مستفید ہو سکتا ہے'' ایسی ہیں جن کا تعلق حیوانات سے ہے اور ان میں سے بھی اکثر نعمتیں ایسی بھرپور غذائیت کا مجموعہ ہوتی ہیں کہ ان کا متبادل تلاش کرنا بیوقوفی سمجھا جاتا ہے اور انسانی دماغ ترقی کی جتنی بھی منازل طے کرلے، اس کا نعم البدل تو بڑی دور کی بات صرف بدل ہی پیش نہیں کر سکتا اور اس کی واضح ترین مثالیں وہ ہیں جن کا عنوان میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

ذیل میں اس کی مختصر وضاحت دی جارہی ہے۔

(۱) دودھ

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بڑے عمدہ انداز میں دودھ کے نعمت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً، نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ (النحل: ۶۶)

''اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی غور کرنے کی جگہ ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے صاف ستھرا پینے والے کیلئے خوشگوار دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔''

دودھ کے احکام

اس سلسلے میں یہ اصول یاد رکھ لینا کافی ہوگا کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے، ان کا دودھ بھی حلال ہے اور جن کا گوشت کھانا حرام ہے، ان کا دودھ پینا بھی حرام ہے، البتہ گھوڑی کا گوشت بوجہ آلۂ جہاد ہونے کے ممنوع ہے ورنہ فی نفسہ اس کا گوشت حلال ہے لہٰذا اس کا دودھ پینا بھی حلال ہے۔

انڈہ

جن جانوروں کا گوشت حلال ہے، ان کا انڈہ بھی حلال ہے، قرآن حکیم میں جنت کی حوروں کی تشبیہہ بیان کرتے ہوئے سورۃ الصفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ (الصفت: ۴۹)

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

﴿وفيه ان المتبادر من البيض مجموع القشر ومافيه واكلت كذا بيضة الاكل فيه قرينة ارادة مافى القشر دون المجموع اذلايو كل عادة﴾ (روح المعانی: ۸۹/۲۳)

صاحب روح المعانی کے طرز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈہ کھانا حلال ہے۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی فضیلت کا تذکرہ کرنے کیلئے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص پہلے لمحہ میں جمعہ کیلئے پہنچا اسے اونٹ قربان کرنے کا، جو دوسرے لمحہ میں پہنچے اسے گائے قربان کرنے کا اور جو تیسرے لمحے پہنچے اسے بھیڑ قربان کرنے کا، جو چوتھے لمحے میں پہنچے اسے مرغی قربانی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر آخر میں ہے:

﴿ومن راح فى الساعة الخامسة فكانما قرب بيضة﴾

(بخاری شریف: ۸۸۱)

"یعنی جو شخص پانچویں لمحے پہنچے اسے ایک انڈہ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔"

اس حدیث کی تشریح میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ويجوز التصدق بالدجاجة والبيضة﴾ (عمدة القاری: ۱۷۳/۳)

"انڈے اور مرغی کا صدقہ کرنا جائز ہے۔"

اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

﴿يحمل على اقل مايتقرب به من ذالك الجنس﴾

(فتح الباری: ۳۶۷/۲)

''یعنی انڈے کے تذکرہ کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ کم از کم صدقہ انڈہ ہے۔''

ان تشریحات سے معلوم ہوا کہ انڈہ کو صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ بات شریعت میں طے شدہ ہے کہ حرام چیز کا صدقہ کرنا جائز نہیں، معلوم ہوا کہ انڈہ حلال ہے۔

شہد

قدرت الٰہی پر غور کرنے کیلئے شہد کی مکھی کے نام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورۃ النحل عطا فرمائی اس میں ارشاد ہے:

﴿وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ، ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلاً یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ (النحل: ٦٨، ٦٩)

''اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ پہاڑوں اور درختوں میں اور جو عمارتیں لوگ بناتے ہیں ان میں چھتے بنائے پھر شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ ہر طرح کے پھل چوسے، پھر اپنے رب کے آسان راستوں پر چل پھر، اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز (شہد) نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور اس میں لوگوں کیلئے (مختلف امراض سے) شفاء رکھی گئی ہے۔''

☆☆☆

باب پانزدہم

﴿حیوانات اور معجزات پیغمبر اسلام﴾

لفظ ''معجزہ'' عجز سے بنایا گیا ہے اور عجز کا استعمال لفظ ''قدرت'' کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے لہٰذا معجزہ کا لفظی معنی ہوگا ''عاجز کر دینے والا'' معجزہ کی اصطلاحی، شرعی، راجح اور آسان تعریف حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب تعلیم الاسلام میں فرمائی۔

> ''اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے ہاتھ سے کبھی ایسی خلاف عادت باتیں ظاہر کرا دیتا ہے جن کے کرنے لیں دنیا کے اور لوگ عاجز ہوتے ہیں تا کہ لوگ ایسی باتوں کو دیکھ کر سمجھ لیں ی کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔''

جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنی شہرۂ آفاق کتاب رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۱۳۹ میں فرماتے ہیں۔

> ''تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ لفظ معجزہ کا استعمال اس خاص معنی میں کس زمانے سے ہونے لگا اور وہ پہلا کون شخص ہے جس نے اس مفہوم میں اس کا استعمال کیا مگر مجھے اس امر کا اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یا کسی دوسرے نبی کے کلام میں اس لفظ کا اس معنی میں استعمال کہیں بھی نہیں ہوا۔''
>
> ص ۱۴۰ میں مزید فرماتے ہیں کہ ''قرآن مجید تو (معجزہ کیلئے) لفظ ''آیت'' ذ استعمال کرتا ہے اور انجیل اور تورات میں بھی لفظ ''نشان'' کا استعمال ہے۔''

بہرحال آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کہہ لیجئے یا معجزات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جو صحیح روایات سے ثابت ہوتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن چونکہ

زیرِنظر تحریر میں ہمارا موضوع ''حیوانات'' ہے لہٰذا یہاں حضور اکرم ﷺ کے صرف ان معجزات کا تذکرہ مقصود ہے جن کا تعلق جانوروں کے ساتھ ہے اور یہاں صرف وہی معجزات تحریر کیے جائیں گے جو معتبر احادیث سے ثابت ہیں نیز ہر معجزہ بحوالہ کتب احادیث لکھا جائے گا اس موقع پر یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ناظم دارالعلوم دیوبند) نے حضور اکرم ﷺ کے معجزات کو نظم کی صورت میں اپنے قصیدہ ''لامیات المعجزات'' میں پیش فرمایا ہے، احقر ہر معجزہ کی روایت لکھنے کے بعد اس معجزہ سے متعلق اشعار کو بھی اس باب کی زینت کے طور پر قارئین کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس سے محظوظ ہوں گے۔

اونٹوں کو حضور ﷺ کے ہاتھوں قربان ہونے کا شوق

عبداللہ بن قرط بیان فرماتے ہیں کہ یوم نحر کے دوسرے دن آپ ﷺ کی خدمت میں پانچ یا چھ اونٹ قربانی کیلئے لائے گئے تو ان سب نے جلدی جلدی آپ کے قریب ہونا شروع کر دیا تاکہ قربانی میں اولیت حاصل ہو۔

(رواہ الطبرانی، ابونعیم، حاکم اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔)

تسرع البدن تحب کلھا ان یضحی اولا اویعتقل

''قربانی کے اونٹ اس تمنا میں جلدی جلدی آگے آرہے تھے کہ
سب سے پہلے ان کی قربانی کی جائے یا (قربانی کی غرض سے) ان
کے ہاتھ پیر باندھ دیئے جائیں۔''

سرکش اونٹ کا سجدہ

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی سلمہ کے ایک شخص کا اونٹ مست ہوکر بدک گیا اور اپنے پاس کسی کو نہ آنے دیتا تھا چونکہ اس کے ذریعہ باغ کو پانی دیا جاتا تھا، اس لیے اس کا باغ خشک ہونے لگا، اس شخص نے حضور ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور باغ کے دروازے پر پہنچے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اندر تشریف نہ لے جائیں ہمیں ڈر ہے کہ آپ کو وہ تکلیف نہ پہنچا دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم سب اندر آ جاؤ کوئی حرج نہیں۔ جب اونٹ نے آپ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا تو سر جھکائے ہوئے سامنے آیا اور سجدہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا آ کر اپنے اونٹ کو مہار لگاؤ۔

(رواہ البیہقی، بیہقی اور ابونعیم نے بروایت عبداللہ بن ابی اوفی اس جیسی ایک اور روایت نقل کی ہے۔ ایسا ہی واقعہ ابونعیم اور ابن عساکر نے بروایت غیلان بن سلمہ ثقفی بھی بیان کیا ہے)

وشکوا فحلاً لھم فی حائط ھاج واستعصی علیھم وانتحل
فاتاہ فاتحا من بابہ داخلاً فیہ نشیطا لاوجل
اذاراہ الفحل خروانھوی بین ایدیہ سجوداً وابتھل

''لوگوں نے اپنے ایک اونٹ کی شکایت کی جو کہ باغ میں تھا کہ وہ مست ہو کر ان کے قابو سے باہر ہو گیا ہے تو آپ ﷺ دروازہ کھول کر اس میں داخل ہوئے، آپ ﷺ بالکل مسرور اور بے خوف تھے۔ اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا اور عاجزی کرنے لگا۔''

رحمت عالم ﷺ اور بوڑھا اشکبار اونٹ

یعلی بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رحمت عالم ﷺ باہر تشریف لائے تو ایک اونٹ کو چلاتے ہوئے دیکھا، اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہمیں سجدہ کرنے کا اونٹ کی نسبت زیادہ حق حاصل ہے، آپ نے فرمایا اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی، اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا۔ اب ان کے یہاں ایک تقریب ہے تو انہوں نے چھری لے کر مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

حضور ﷺ نے اونٹ کے مالکوں سے یہ سرگزشت کہلا بھیجی، انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا۔ آپ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ تم اسے میرے لیے چھوڑ دو۔ (رواہ الطبرانی وابونعیم)

والبعیر اذا ارادوا نحرہ جاء والتجا بعین تنھمل
ثم فی اذنیہ ناجی مفصحا مابہ من ازمة البلویٰ نزل
فاشتراہ ثم خلاہ سدی لایعنی فھو من حر الجمل

ایک اونٹ کے مالکوں نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو وہ آپ کے پاس اشکبار آنکھوں کے ساتھ آیا اور وہ مصیبت گوش گزار کی جو اس پر پڑی تھی۔ آپ نے اسے خرید کر بے مہار چھوڑ دیا تو وہ آزاد ہو کر پھرنے لگا۔"

سانپ، کوا، اور موزہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ قضائے حاجت کیلئے دور تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز آپ تشریف لے جانے لگے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل دیا، آپ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے اور دونوں موزے اتار ڈالے، اس کے بعد (یعنی فراغت کے بعد) ایک موزہ پہن لیا۔ اتنے میں ایک پرندہ آیا اور دوسرا موزہ اچک کر لے اڑا اور فضاء میں موزہ کو اوپر تلے کرتا رہا۔ یکا یک اس میں سے ایک کالا سانپ جو کہ کینچلی اتار چکا تھا نکل پڑا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی خدا کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا۔ (رواہ البیہقی)

اس واقعے کو ابونعیم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے موزے منگوائے، ایک موزہ پہنا دوسرے کو پہننے نہ پائے تھے کہ ایک کوا آیا اور اسے اٹھا کر لے گیا، پھر اوپر سے پھینک دیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ موزے اس وقت تک نہ پہنے جب تک انہیں جھاڑ نہ لے۔"

طار بالخف غراب فرمیٰ اسود الحیات منہ اذدخل

آپ ﷺ کے موزہ کو ایک کوا لے اڑا، پھر پھینک دیا تو اس میں سے ایک کالا سانپ نکلا جو اندر گھس گیا تھا۔

بھیڑیوں کا قاصد

مطلب بن عبداللہ بن حنطب بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مدینہ میں تشریف فرما تھے کہ یکا یک ایک بھیڑیا آ کر سامنے کھڑا ہو گیا اور چیخنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ درندوں کا قاصد ہے جو کہ تمہارے پاس آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کے لیے کچھ مقرر کر دو، پھر یہ اس سے زائد کچھ نہیں لیا کرے گا اور اگر تمہارا دل چاہے تو تم چھوڑ دو اور اپنی بکریوں کی خود حفاظت کر لیا کرو، اس کے بعد جو کچھ اس کے ہاتھ لگے گا وہ اس کا ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا دل تو نہیں چاہتا کہ ہم اس کے لیے کچھ مقرر کریں۔ پھر آپ ﷺ نے بھیڑیئے کی طرف تین انگلیوں سے اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ تو خود ہی اچک لیا کر، وہ بھیڑیا دم ہلاتا ہوا چلا گیا۔ (رواہ ابن سعد و ابو نعیم)

(اسی مضمون کی حدیث کو بزار، سعید بن منصور اور بیہقی نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بیہقی اور ابو نعیم نے بسند زہری بروایت حمزہ ابن ابی اسید بیان کیا ہے۔

وافد الذئب اتی کی یمتری من قطیع الشاء سخلاً اوحمل

وانثنیٰ اذقال خالسھم اذن فی ھناء وسرور وعسل

''بھیڑیوں کا قاصد آپ ﷺ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا کہ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک چھوٹا یا بڑا بچہ روزانہ مقرر کر دیا جائے اور جب آپ ﷺ نے اسے یہ فرما دیا کہ تو اچک کر لے لیا کر تو وہ خوشی بخوشی دم ہلاتا ہوا چلا گیا۔''

ہرنی کا ایفائے عہد اور اقرار رسالت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کی ایک گلی میں سرکار دو عالم

ﷺ کے ساتھ تھا کہ ہمارا گزر ایک اعرابی کے خیمہ کی طرف سے ہوا۔ وہاں دیکھا کہ ایک ہرنی خیموں کی چوبوں سے بندھی ہوئی ہے۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی عرض کیا یارسول اللہ! اس اعرابی نے مجھے پکڑا ہے جنگل میں میرے دو بچے ہیں۔ میرے تھنوں میں دودھ بھرا ہے، یہ نہ تو مجھے ذبح کرتا ہے کہ اس مصیبت سے جان چھوٹے اور نہ آزاد کرتا ہے کہ میں اپنے بچوں کے پاس جنگل میں چلی جاؤں۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر میں تیری رسی کھول دوں تو کیا تو لوٹ کر آجائے گی۔ اس نے عرض کیا کہ ضرور آؤں گی اور اگر وعدہ خلافی کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار (محصول لینے والے) جیسا عذاب دے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ وہ اپنی زبان چاٹتی ہوئی واپس آگئی۔ آپ ﷺ نے اسے پھر خیمہ سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اعرابی اپنے ساتھ پانی کی مشک لیے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اس ہرنی کو ہمارے ہاتھ بیچو گے؟ وہ بولا "یارسول اللہ ﷺ یہ میں آپ کو خود ہی دیئے دیتا ہوں۔" آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ وہ جنگل میں سبحان اللہ، سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتی پھرتی تھی۔ (رواہ البیہقی وابونعیم)

واستغاثت ظبية قدشدها — حابل رام اقتناصاً فاحتبل

يانبي الله اطلقني اعد — بعد ارضاعي لخشف منخزل

حلها تعدو و تتلو انه — خاتم الرسول وحلال العضل

ثم عادت تقتضي آثارها — للاسار ما اخلت بالاجل

ثم خلاها تصيح في الفلا — تعلن التوحيد جهراً لاتمل

"ایک ہرنی نے آپ ﷺ سے فریاد کی جسے ایک ایسے شکاری نے باندھ رکھا تھا جو بارادہ شکار (اسے پھانس چکا تھا اور) وہ پھنس گئی تھی۔ (اس نے عرض کیا) اے خدا کے نبی آپ مجھے (تھوڑی دیر کیلئے) کھول دیجئے تا کہ میں اپنے ضعیف اور چھوٹے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں، آپ ﷺ نے اسے کھول دیا تو وہ

دوڑتی ہوئی یہ کہتی جارہی تھی کہ آپ یقیناً خدا کے آخری رسول اور مشکلات کی گرہ کھولنے والے ہیں، پھر کچھ ہی دیر بعد وہ دوبارہ قیدی ہونے کیلئے الٹے پاؤں لوٹ آئی اور وعدے کی مدت میں کچھ خلل نہ آنے دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکاری سے کہہ کر اسے آزاد کروادیا اس کے بعد وہ جنگل میں نعرۂ توحید بلند کرتی پھرتی تھی اور بالکل نہ تھکتی تھی۔

گوہ کا ایمان اور اعرابی کا اسلام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک اعرابی آیا جس نے ایک گوہ کو شکار کر رکھا تھا، وہ آکر کہنے لگا کہ میں لات اور عزی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تو آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اس گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا او گوہ! بتا کہ میں کون ہوں؟ اس گوہ نے نہایت فصیح عربی میں ''جو سب لوگوں کی سمجھ بھی آرہی تھی''، عرض کیا ''لبیک وسعدیک'' اے رب کائنات کے رسول صادق!'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ صرف اس ذات کی جس کا عرش آسمانوں پر اور اس کی حکومت زمینوں پر ہے، جس نے دریاؤں میں راستے، جنت میں اپنی رحمت اور جہنم میں اپنے عذاب کو تیار کر رکھا ہے! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا کہ آپ پروردگار عالم کے پیغمبر اور خاتم الانبیاء ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کی تصدیق کی وہ آخرت کے عذاب سے محفوظ و مامون ہوگئے اور جنہوں نے آپ کی تکذیب کی وہ خائب اور خاسر ہوئے، اعرابی اس واقعہ کو دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط و الصغیر، و ابن عدی و حاکم فی المعجزات و البیهقی و ابن عساکر)

وابان الحق ضب اذبه — علق الایمان من ذلک الرجل

اور گوہ نے حق ظاہر کیا جبکہ اس شخص کی طرف سے ایمان کو اس بات پر معلق کیا گیا۔

فائدہ:

سند کے اعتبار سے اگرچہ اس حدیث پر بعض حضرات کو کلام ہے تاہم اس سے ملتی جلتی احادیث دوسری اسناد سے بھی مروی ہیں جو اس کی روایت کیلئے موید اور شاہد ہیں۔

بھیڑیئے کی انسانی زبان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی سنگلاخ زمین میں ایک چرواہا اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا، یکا یک ایک بھیڑیا اس ریوڑ میں سے ایک بکری کو لے جانے لگا تو چرواہے نے بھڑیئے سے بکری چھڑالی۔ بھیڑیا مایوس ہوکر اپنی دم کے سہارے بیٹھ کر کہنے لگا، تجھے خدا کا کچھ خوف نہیں کہ مجھ سے میرا رزق چھین لیا جو رازق مطلق نے مجھ عطا فرمایا تھا۔ چرواہا بولا کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا انسانوں جیسی باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیا بولا کہ میں تجھے اس سے زیادہ عجیب بات بتاتا ہوں، خدا کے رسول دو سنگلاخ زمینوں کے درمیان مبعوث ہوئے ہیں اور وہ لوگوں کو گزشتہ خبریں اور ماضی کے حالات بتاتے ہیں۔ چرواہے نے ریوڑ تو گھر پہنچایا اور مدینہ منورہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ نقل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک بھیڑیا سچ کہتا تھا، سن لو کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ درندے کلام کریں گے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ درندے انسانوں سے بات چیت نہ کرنے لگیں اور انسان سے اس کی جوتی کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا اوپر والا کنارہ بات نہ کرنے لگے اور جب تک اس کی ران ان واقعات کو بیان نہ کرنے لگے جو اس کے گھر والوں سے اس کے پیچھے ہوئے ہیں۔ (رواہ احمد، ابن سعد، بزار، حاکم، بیہقی نیز حاکم اور بیہقی نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔)

وشکا الراعی اویس نزعه   بکلام مفصح لا کالحکل

ثـم قـال اذرایٰ اعـجـابـه اعجب من ذاک من یهدی السبل

''اور بھیڑیئے نے چرواہے سے شکایت کی کہ اس نے اس کا رزق اس کے منہ سے نکال لیا ہے اور یہ شکایت صاف لفظوں میں کی، نہ کہ اس طرح کہ سننے والے کی سمجھ میں کچھ آئے اور کچھ نہ آئے اور جب دیکھا کہ چرواہا میرے بولنے پر حیران ہے تو کہنے لگا اس سے عجیب وہ ہیں جو لوگوں کو سیدھا راستہ بتا رہے ہیں۔''

غارثور، مکڑی کا جالا اور کبوتر کا آشیانہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں غارثور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ان کفار میں سے جو کہ ہماری تلاش میں یہاں پھر رہے ہیں کسی کی نظر اپنے قدم کی طرف پڑ گئی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر! تم ایسے دو شخصوں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی حفاظت کے خیال میں کیوں پریشان ہو رہے ہو جو صرف دو نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ خدا بھی تیسرا ہے۔ (رواہ الشیخان) اس طرح کی ایک روایت ابن سعد، ابن مردویہ، بیہقی اور ابونعیم نے بھی بروایت ابی مصعب المکی بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ انس بن مالک اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو یہ باتیں کرتے سنا کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارثور میں تھے، خداوند عالم نے درخت کو حکم دیا تھا کہ وہ اس طرح اگے کہ آپ کے سامنے ہو جائے اور آپ اس کی وجہ سے چھپ جائیں اور مکڑی کو حکم دیا تو اس نے غار کے منہ پر اپنا آشیانہ بنالیا۔ اس کے بعد جوانان قریش جن میں کسی کے پاس لاٹھی اور کسی کے پاس تلوار تھی، آپ کی تلاش میں آئے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چالیس ہاتھ کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ اس وقت ان میں سے ایک شخص نے غار میں جھانک کر دیکھا تو غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر نظر آئے۔ وہ یہ دیکھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمارے پاس کیوں آیا تو نے غار میں تلاش کیا ہوتا وہ کہنے لگا کہ میں نے غار کے منہ پر دو جنگلی

کبوتروں کو بیٹھے ہوئے پایا اس لیے مجھے یقین ہے کہ محمد (ﷺ) غار کے اندر نہیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس باہمی گفتگو کو سنا اور سمجھ لیا کہ خداوند عالم نے ان لوگوں کو کبوتروں کی وجہ سے دفع کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی اور نزول رحمت کیلئے بھی خصوصیت سے دعا فرمائی اور حکم دیا کہ جو ان کو قتل کرے گا اسے ان کا بدلہ دینا پڑے گا اور ان کبوتروں نے حرم میں اقامت کی، اس وقت جس قدر کبوتر حرم میں ہیں، وہ انہی دو کبوتروں کی نسل میں سے ہیں۔ (البینات شرح قصیدہ لامیہ ص ۵۶، مشکوۃ: ۵۴۲)

اعمیت ابصارهم لما اتوا غار ثور فی شقاء و دغل
ورأوا ازوج الحمام قائماً فی فم الغار بعید ان دخل

"کفار مکہ کی آنکھیں اندھی ہوگئیں جبکہ وہ غار ثور پر شقاوت اور فساد کے ساتھ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ کبوتر کا جوڑا غار کے منہ پر موجود ہے، اس سے تھوڑی دیر کے بعد کہ آپ اس کے اندر داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے مکڑی کے جالے کو دیکھا تو وہ ذلت اور نامرادی کے ساتھ واپس ہوئے۔ اگر یہ لوگ اپنے قدموں کے نیچے دیکھتے تو اس وقت دیکھ لیتے کہ اشرف المخلوقات سرور کائنات ﷺ تشریف فرما ہیں۔"

حبیب خدا کی ناراضگی اور شیر کا تسلط

ابونعیم اور ابن عساکر نے عروہ ہبار بن الاسود کی سند سے نقل کر کے بیان کیا ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ سامان تجارت لے کر شام گئے، ان دونوں کے ساتھ سامان تجارت لے کر میں بھی گیا تھا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ابولہب کے بیٹے نے قسم کھا کر کہا میں ضرور بالضرور محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں گا اور ان سے ان کے رب کے متعلق بدزبانی کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ کے پاس آیا اور کہا اے محمد ﷺ! میں اس ذات کا انکار کرتا ہوں جو "دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی" کی مصداق ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدایا اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔ وہ

واپس گیا تو اس کے باپ نے اس سے دریافت کیا کہ برخوردار من! تم نے محمد (ﷺ) سے کیا کہا اور اس نے کیا جواب دیا؟ اس نے ساری سرگزشت سنائی تو وہ بولا کہ بیٹے محمد کی بددعا سے مجھے تیرے بارے میں بہت زیادہ خوف ہوگیا ہے۔ بالآخر ہم لوگوں نے سفر کیا اور سراۃ میں پڑاؤ ڈالا جو کہ شیروں کا بن (مسکن) ہے۔ وہاں ابولہب نے ہم لوگوں سے کہا کہ تمہیں میری زیادت عمر کا حال بھی معلوم ہے اور ان حقوق سے بھی واقف ہو جو تم پر میرے واجب ہیں۔ محمد (ﷺ) نے میرے لڑکے کو بددعا دی جس کی وجہ سے مجھے اپنے لڑکے کے متعلق بڑا خوف ہے۔ تم لوگ اپنا سامان وغیرہ اس گرجا کی طرف لگا دو اور اس ڈھیر پر میرے لڑکے کیلئے بستر لگا دو اور اس کے آس پاس تم لوگ اپنے بستر کرلو، چنانچہ ہم سب نے اس کے کہنے کے موافق کیا۔ کچھ رات گزرنے کے بعد ایک شیر آیا اور ہمارے چہروں کو سونگھنا شروع کیا اور جب اسے اپنا مطلوب نہ ملا تو اس نے اپنا بدن سمیٹ کر ایک جست لگائی اور سامان کے ڈھیر پر پہنچ کر اس کا چہرہ سونگھا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اس کا سر توڑ دیا۔ ابولہب یہ حالت دیکھ کر بولا ”خدا کی قسم میں سمجھ گیا تھا کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ محمد (ﷺ) کی بددعا سے بچ سکتا۔“ (اسی قسم کی حدیث بیہقی نے بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ وقتادہ رضی اللہ عنہ اور ابونعیم نے بھی نوفل بن ابی عقرب عن ابیہ کی سند سے بیان کی ہے۔)

عتبـــه اذاه شتـمـــاً فـغـدا   عرضة للكلب ماأغنى الخول

”عتبہ ابن ابی لہب نے آپ کے ساتھ بدزبانی کرکے آپ کو اذیت
پہنچائی تو وہ کتے کا شکار بن گیا اور اس کے خدم وحشم نے اسے کچھ نفع
نہ دیا۔“

بکری کے گوشت میں برکت

حضرت مسعود بن خالد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بکری طور ہدیہ بھیج کر اپنے کسی کام کو چلا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کا نصف گوشت واپس کردیا جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ گھر میں کچھ گوشت رکھا ہوا ہے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ گوشت اسی بکری کا ہے جو آپ کی خدمت میں بطور

ہدیہ پیش کی گئی تھی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ پھر اس گوشت کو بے فائدہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ بال بچوں کو کھلا دیا ہوتا، وہ بولیں کہ یہ گوشت تو وہ ہے جو ان کے کھانے سے بچا ہے جب حضور ﷺ نے یہ گوشت بھیجا تو اسی وقت میں نے ان سب کو کھلا دیا تھا حالانکہ یہ کنبہ اس قدر بڑا تھا کہ ان کے لیے دو دو اور تین تین بکریاں ذبح کی جاتی تھیں لیکن بسا اوقات وہ بھی ناکافی ہوتی تھیں۔ (رواہ الطبرانی)

آل مسعود یفیهم اعنز فکفاهم نصف شاة و فضل

''حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کے کنبہ کو کئی بکریوں کی ضرورت ہوا کرتی تھی
لیکن اب آدھی بکری کافی ہوگئی اور اس میں سے بھی کچھ بچ رہا۔''

بکری کی زہریلی ٹانگ

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودیہ عورت نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خیبر کے مقام پر بکری کا گوشت زہر ملا کر پیش کیا، آپ ﷺ نے اس سے خود بھی تناول فرمایا اور آپ کے صحابہ نے بھی۔ تھوڑا سا گوشت کھانے کے بعد ہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس گوشت کو نہ کھاؤ اور عورت سے فرمایا کہ تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ وہ بولی آپ سے کس نے کہا؟ آپ ﷺ نے بکری کی پنڈلی کی طرف اشارہ کر کے جو کہ آپ کے ہاتھ میں تھی فرمایا کہ یہ ہڈی کہہ رہی ہے، اس نے اقرار کرلیا۔ (رواہ البیہقی بسند صحیح)

یہی روایت ابونعیم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اس میں مزید یہ بھی مروی ہے کہ جب اس عورت سے پوچھا گیا کہ تو نے زہر ملایا ہے تو عورت نے کہا ہاں! میرا یہ خیال تھا کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہیں تو زہر سے مر جائیں گے اور اگر آپ سچے ہوں تو مجھے یقین تھا کہ خداوند عالم آپ کو اس بارے مطلع کر دے گا، اس بات کو سن کر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اسے کھانا شروع کرو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس زہریلی بکری کا گوشت کھایا اور کسی کو نقصان نہ پہنچا۔

لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور دارمی میں مروی ہے کہ جن صحابہ رضی

اللہ عنہم نے اس زہریلی بکری کا گوشت کھایا تھا وہ شہید ہو گئے تھے۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو ہند نے مونڈھوں کے درمیان سینگیاں کھنچوائی تھیں۔

اخبرته الشاة نطقا انه سمه قوم وقد كان اكل

لم يوثر فيه سم ناقع خاب من شاء اذاه وخذل

''بکری نے بولتے ہوئے خبر دی کہ لوگوں نے (مجھ میں) زہر ملا دیا ہے حالانکہ آپ اس میں سے کچھ تناول فرما چکے تھے لیکن آپ پر زہر قاتل نے کچھ اثر نہ کیا اور جس نے آپ کو تکلیف دینا چاہی وہی خائب و خاسر ہوا۔''

مبارک ہاتھوں کا لمس اور بکری کا دودھ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک نوعمر لڑکا تھا اور مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ ہجرت کے وقت جب آپ مشرکین کی ایذاءدہی سے تنگ آ کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے تو اس سفر میں آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکے تمہارے پاس دودھ ہے کہ ہمیں پلاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں! یہ کہہ کر میں ایک چھوٹی بکری ان کے پاس لایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے باندھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے تھن پکڑ کر ان پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی اسی وقت تھن بھر گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک جو فدار (پیالہ نما) پتھر لے کر آ گئے۔ آپ نے اس بکری کا دودھ اس میں نکالا اور دونوں نے نوش فرمایا پھر مجھے پلایا پھر آپ نے تھن کو حکم دیا کہ حسب سابق سکڑ جاؤ، وہ اسی وقت پہلے کی طرح ہو گئے۔ (رواہ البیہقی والطیالسی وابن ابی شیبہ وابن سعد وابونعیم)

كلما مس لشاة ضرعها عاد فيه الدرمنه و احتفل

''جب آپ بکری کے تھن پر ہاتھ پھیر دیتے تو اس میں دودھ لوٹ آتا اور تھن دودھ سے بھر جاتے تھے۔''

مبارک ہاتھ اور ام معبد کی لاغر بکری

جناب حزم بن ہشام حبیش بن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بارادہ ہجرت مکہ سے مدینہ تشریف لے چلے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ تھے اور انہیں راستہ بتانے والا قبیلہ لیث کا ایک شخص عبداللہ بن اریقط تھا، یہ ساری جماعت مسماۃ ام معبد کے پاس سے گزری جو کہ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت تھی، یہ باہر نکلنے والی سن رسیدہ عورت تھیں، خیمہ کے سامنے میدان میں بیٹھ کر مسافروں کو پانی پلاتی تھیں اور جو کچھ ہوسکتا کھلا دیا کرتی تھیں۔ ان حضرات نے ان سے خریداری کی غرض سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس گوشت اور چھوہارے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں! اسی اثنا میں حضور ﷺ کی نظر ام معبد کی ایک بکری پر پڑی جو کہ خیمہ کے ایک کونے میں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک کمزور بکری ہے جو کہ لاغری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہ جاسکی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا کچھ دودھ پلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں دودھ کہاں سے آیا، آپ نے فرمایا۔ اچھا تم ہمیں اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں۔ انہوں نے کہا اگر آپ اس بکری کو دودھ کے قابل سمجھیں تو اس کا دودھ نکال لیں۔ آپ نے اس بکری کو منگوایا اور اپنا دست مبارک اس کے تھن پر پھیرا، بسم اللہ پڑھی اور دعا کی۔ بکری ٹانگیں پھیلا کر کھڑی ہوگئی اور اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ اس وقت آپ نے ایک برتن منگوایا جو کہ اتنا بڑا تھا کہ اس سے پورا کنبہ سیر ہوسکتا تھا۔ اس میں سے اس قدر دودھ نکالا کہ دودھ سے برتن بھر گیا۔ وہ دودھ ام معبد کو خوب اچھی طرح سیر کر کے پلایا، پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں کو خوب اچھی طرح پلایا۔ سب سے آخر میں سرور دو عالم ﷺ نے نوش فرمایا۔ اس کے بعد اس برتن میں بکری کا دودھ دوبارہ نکالا اور دوبارہ برتن بھر گیا۔ آپ ﷺ نے اس بھرے ہوئے برتن کو ام معبد ہی کے پاس چھوڑ دیا اور ان سے بیعت لے کر ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ان کے خاوند ابو معبد دبلی بکریوں کا ریوڑ لے کر آئے۔ گھر میں دودھ موجود دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ

بکریوں کا تو یہ حال ہے کہ سب لاغر ہیں، ان میں ایک بکری بھی دودھ دینے والی نہیں پھر اس قدر دودھ کہاں سے آ گیا، وہ قسم کھا کر کہنے لگیں کہ ابھی ایک بابرکت شخص جن کا حلیہ ایسا ایسا ہے ادھر سے گزرے ان کی برکت سے یہ دودھ ملا ہے۔ وہ کہنے لگے ان کا حلیہ صاف صاف بتاؤ۔ ام معبد نے مفصل حلیہ بتایا تو وہ بولے خدا کی قسم یہ وہی قریش شخص ہے جس کے مکہ میں گزرے ہوئے حالات ہم نے سنے ہیں۔ (رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی وابن مندہ و ابن سکن وابن شاہین والبغوی والبیہقی وابونعیم، مشکوۃ: ۵۴۴)

ورأی شــاة لام مـعـبـد لاتـدرمـن حليب بـالـبـلـل

مـس ضرعيها و جس ظهرها فاستحالت وهي في اوفى الكفل

ضــرعـهــا بــالـدرمـلان اذا تـحـتـلـبـهـا زاد درواحـتـفـل

"آپ نے ام معبد کی بکری کو دیکھا جس کے تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا، آپ ﷺ نے اس کے دونوں تھن چھوئے اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ بہت زیادہ موٹی تازی ہوگئی۔ اس کے تھن دودھ سے اس طرح بھر گئے کہ جب وہ دودھ دیتی تھی تو دوہنے کی وجہ سے دودھ زیادہ ہی ہوتا تھا۔"

محبوب خدا ﷺ کی حفاظت اور کالے سانپ

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ کو تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا اور اسی بات کے درپے رہتا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور حجون پہاڑ کی گھاٹی میں پہنچے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو دور تشریف لے جاتے۔ اس وقت نضر نے آپ کو دیکھ کر دل میں سوچا کہ اس سے زیادہ عمدہ تنہائی کا وقت ہاتھ نہ آئے گا، یہ خیال کر کے آپ کے قریب پہنچا مگر فوراً مرعوب ہو کر گھر کی طرف لوٹا۔ راستہ میں ابوجہل ملا اس نے کہا اے نضر! کہاں سے آ رہے ہو؟ نضر نے کہا میں محمد (ﷺ) کے پیچھے اس ارادہ سے لگا تھا کہ آج وہ تنہا ہیں تو اچانک قتل

کر دوں مگر دیکھا کہ بہت سے کالے کالے سانپ میرے سر پر منہ کھولے ہوئے ہیں، میں انہیں دیکھ کر گھبرا گیا اور پشت پھیر کر بھاگ اٹھا۔ (رواہ ابونعیم، واقدی)

وراہ النضر یوما خالیا اذاتی الغائط فی شعب الجبل
فدنا منہ لیردی غیلۃ ثم عاد وھو مرعوب وھل
قدر أی من فوق راس اسودا فاغرا فاہ لیغتال الرجل

"نضر نے ایک روز آپ کو تنہا دیکھا جب آپ پہاڑ کی گھاٹی کی جانب قضائے حاجت کی غرض سے تشریف لے گئے تو وہ آپ کے قریب اس غرض سے آیا کہ آپ کو دفعتۃً (العیاذ باللہ) شہید کر دے مگر مرعوب اور خوفزدہ ہو کر واپس ہوا (کیونکہ) اس نے دیکھا کہ اس کے سر پر کالا سانپ اپنا منہ کھولے ہوئے اس ارادہ میں ہے کہ اسے ڈس لے۔"

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا

سراقہ ابن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں بھی بحالت کفر بوقت ہجرت نبویہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جستجو میں نکلا اور جب میں آپ سے قریب ہوا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی میں اٹھ کر پھر سوار ہوا اور اس قدر نزدیک پہنچا کہ آپ کی قرأت کی آواز میرے کانوں میں آنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر غار میں ادھر ادھر نہ جاتی تھی لیکن حضرت ابوبکر دیکھتے تھے۔ اسی اثناء میں میرے گھوڑے کے قدم زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے، میں نے اسے پھر ڈانٹا تو وہ اٹھا مگر اس کے پاؤں زمین سے نہ نکل سکے، جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کے اٹھنے کی وجہ سے زمین سے مٹی اڑی، میں نے ان دونوں سے امان طلب کی۔ (راوی کہتے ہیں کہ) جب مجھ پر یہ واقعہ پیش آیا تو میں اسی وقت سمجھ گیا کہ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور غالب ہو کر رہیں گے۔ (بخاری)

اسی قسم کی ایک حدیث ابن سعد، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی بیان کی ہے لیکن اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "جب سراقہ اپنے گھوڑے

سے گر پڑا تو اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ جو کچھ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ آپ نے فرمایا تم اس جگہ کھڑے رہو اور کسی کو ہمارا تعاقب نہ کرنے دینا۔ اگرچہ شروع میں تو وہ رسول اللہ ﷺ کی گرفتاری میں کوشاں تھا لیکن اس واقعہ کے بعد وہ آپ کا محافظ بن گیا۔

سراقہ بن مالک نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابوجہل کو ان اشعار میں مخاطب کیا اور کہا

اباحکم! واللہ لو کنت شاھدا ۔۔۔ لامر جوادی اذ تسیخ قوائمه
علمت ولم تشکک بان محمدًا ۔۔۔ رسول ببرھان فمن ذایقاومه

"یعنی اے ابوجہل اگر تو میرے گھوڑے کی حالت دیکھتا کہ اس کے ہاتھ پیر زمین میں دھنس گئے تھے، تو یقینی طور پر جان لیتا اور تجھے ذرا سا بھی شک نہ ہوتا کہ محمد (ﷺ) رسول ہیں اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے، پھر اب کون شخص ہے جو آپ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔"

والذی سار لفتک غیلة ۔۔۔ او اسار باکتیاد وحیل
اذ رأی خسف الجواد ساقطاً ۔۔۔ منه فوق الارض دان وانفتل
راجعاً من حیث جاء قائلاً ۔۔۔ قد کفاھم ماھناک وکفل

"اور وہ شخص جو کہ اس ارادہ سے چلا تھا کہ آپ کو اچانک قتل کردے یا مکاری اور حیلہ سازی سے قید کرلے، اس نے جب یہ دیکھا کہ میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور خود گھوڑے سے زمین پر گر پڑا ہے تو آپ کے سامنے ذلیل ہو کر آیا (اور متلاشی کفار سے) یہ کہتا ہوا واپس ہوا کہ اس طرف کے راستہ میں دیکھ چکا ہوں۔"

ابوجہل اونٹ سے ڈر گیا

عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص مقام اراش سے اپنا اونٹ لے کر مکہ میں آیا اس کے اونٹ کو ابوجہل نے خرید لیا مگر قیمت کی ادائیگی میں ٹال

مٹول کرتا رہا۔ مجبور ہو کر وہ شخص قریش کے ایک مجمع میں پہنچا اور کہنے لگا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو ابوالحکم (ابو جہل) سے میرا حق دلا دے کیونکہ میں ایک اجنبی اور مسافر شخص ہوں اور اس نے میرا حق دبا رکھا ہے۔ ان لوگوں نے (تماشہ دیکھنے کی غرض سے یہ جاننے کے باوجود کہ ابو جہل کی حضور ﷺ سے سخت دشمنی ہے) رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے جو کہ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے کہا کہ تمہیں وہ شخص نظر آتے ہیں، ان کے پاس جاؤ وہ تمہارا حق ابو جہل سے وصول کرا دیں گے۔ اس بیچارے کو اس مذاق کی کیا خبر تھی، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی سرگزشت سنائی۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ چل دیئے اور ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے گھر کے اندر سے ہی دریافت کیا کہ کون ہے؟ آپ نے اپنا نام بتایا وہ فوراً باہر آیا مگر اس کے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بیچارے کا حق ادا کرو۔ اس نے کہا آپ تشریف رکھیں میں اس کا حق ابھی ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر گھر میں گیا اور اونٹ کی قیمت لا کر اسے دے دی۔ اب لوگوں نے ابو جہل پر طعن کرنا شروع کر دیا اور کہا ابو جہل آج تم نے عجیب طرح اپنے دشمن کی اطاعت کی، ابو جہل نے کہا کم بختو خدا کی قسم بات یہ تھی کہ جس وقت محمد (ﷺ) نے دروازہ کھٹکھٹایا میں اس وقت مرعوب ہو چکا تھا اور جس وقت میں باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک نر اونٹ موجود ہے، میں نے اپنی زندگی میں ایسی کھوپڑی، موٹی اور سخت گردن اور دانتوں والا اونٹ نہیں دیکھا تھا، خدا کی قسم اگر میں اس وقت انکار کرتا تو یقیناً وہ مجھے کھا جاتا۔ (رواہ البیہقی وابونعیم وابن اسحٰق)

وامتلا رعبا ابو جہل بہ — وقضی مستعجلا دین الابل

اذ رأی فحلا یصول کاشرا — اخذاً بالراس لو شیئاً مطل

اور آپ کو دیکھ کر ابو جہل انتہائی مرعوب ہو گیا اور اونٹ کی قیمت جلدی سے ادا کر دی جبکہ اس نے ایک اونٹ کو دانت نکال کر حملہ کرتے دیکھا اور یقین کر لیا کہ اگر اس نے ذرا سی بھی تاخیر کی تو وہ اس کے سر کو دبوچ لے گا۔“

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوار ہونے سے گھوڑے کی تیز رفتاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (چوروں یا دشمنوں کے خوف سے) مدینہ والے گھبرا اٹھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہوئے جو کہ سست رفتار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب واپس تشریف لائے تو فرمایا ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا پایا۔ پھر وہ گھوڑا اتنا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ (بخاری، مشکوۃ:۵۳۶)

تھکا ہوا اونٹ ایسا چست ہوا کہ......

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ میں نے ایک غزوہ میں شرکت کی، میں پانی کھینچنے والے اونٹ پر سوار تھا جو تھک گیا تھا۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ملے تو دریافت فرمایا کہ تیرے اونٹ کو کیا ہوا، میں نے عرض کیا کہ تھک گیا ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اونٹ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور اسے ہانکا اور اس کے لیے دعا کی، اس کے بعد وہ ہمیشہ دوسرے اونٹوں سے آگے رہتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اب تیرا اونٹ کیسا ہے، میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے خوب چلتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو چالیس درہم کے بدلہ اسے بیچتا ہے؟ میں نے اس شرط پر اونٹ بیچ دیا کہ میں مدینہ تک اس پر سوار ہوں گا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچ گئے تو صبح میں اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا۔ آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت مرحمت فرما دی اور اونٹ بھی مجھے دے دیا۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ: ص۵۳۹)

مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی بکری کا گوشت

عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ کی نماز کو گئے، پھر میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہیں اور قبر کھودنے والے کو ہدایت دے رہے ہیں

کہ پائینتی کی طرف سے قبر کو کشادہ کرو، سر کی جانب سے اور کشادہ کرو، جب آپ (دفن سے فارغ ہوکر) لوٹے تو میت کی بیوی کی طرف سے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دینے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت کو قبول فرمایا، ہم آپ کے ساتھ کھانے گئے، کھانا آپ کے سامنے لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دوسرے لوگوں نے کھانا شروع کردیا۔ اچانک کھاتے کھاتے لوگوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف لقمہ کو چبا رہے ہیں یعنی منہ کے اندر ہی اندر پھرا رہے ہیں اور نگلتے نہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس گوشت کو ایسی بکری کا گوشت پاتا ہوں جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے۔ گھر کی مالکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر کہلوایا کہ یارسول اللہ، میں نے نقیع (ایک جگہ کا نام جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں) ایک آدمی کو بکری خریدنے کیلئے بھیجا لیکن وہاں بکری نہ ملی پھر میں نے اپنے ہمسائے کے پاس آدمی بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی اور یہ کہلوایا کہ جس قیمت پر اس نے بکری خریدی ہے اس قیمت پر مجھے فروخت کردے لیکن وہ ہمسایہ بھی اپنے گھر نہ ملا، پھر میں نے اپنے ہمسائے کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا، اس نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (مشکوٰۃ: ۵۴۴)

☆☆☆

فہرست ماخذ و مراجع

	نام کتاب	نام مصنف	مطبع	سن طباعت	تعداد مجلدات
۱	قرآن کریم				
۲	المغنی	حافظ ابن قدامہؒ	مکتبۃ الریاض الحدیثۃ		۱۲
۳	البحر الرائق	علامہ ابن نجیم	مکتبہ ماجدیہ	۱۳۳۴ھ	۸
۴	ارشاد الہائم فی حقوق البہائم	حضرت تھانویؒ	کتب خانہ اشرفیہ دہلی	۱۳۴۳ھ	۲۰ صفحے
۵	الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ جزیریؒ	مطبوعات محکمہ اوقات پنجاب	۱۹۷۸ء	۵
۶	احکام القرآن	امام جصاص رازیؒ	المطبعۃ البہیہ	۱۳۴۷ھ	۵۵۴ صفحے
۷	المفردات	امام راغب اصفہانیؒ	بیروت	۱۳۰۳ھ	
۸	المنار	رشید رضا مصری	بیروت		
۹	المبسوط	امام محمدؒ	ادارۃ القرآن کراچی		۵
۱۰	البدایہ فی شرح الوقایہ	علامہ عینیؒ	ملک سنز فیصل آباد		۴
۱۱	المختصر للقدوری	امام قدوریؒ	کراچی	۱۹۶۸ء	۲۷۱ صفحے
۱۲	الحلال والحرام فی الاسلام	ڈاکٹر یوسف قرضاوی	دار القرآن الکریم لبنان	۱۹۷۸ء	۴۳۲ صفحے
۱۳	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	ادارۃ القرآن		۱۸
۱۴	بذل المجہود	حضرت سہارنپوریؒ	مکتبہ قاسمیہ، ملتان		۵
۱۵	بدائع الصنائع	علامہ کاسانیؒ	ایچ ایم سعید کمپنی	۱۴۰۰ھ	۷
۱۶	تفسیر طبری	علامہ ابن جریرؒ	مطبعہ المیمنیہ، مصر		۱۲
۱۷	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیرؒ	دار الفکر	۱۹۶۹ء	۴

۱۸	تفسیر روح المعانی	علامہ آلوسیؒ	دار احیاء التراث العربی		۳۰ اجزاء
۱۹	تفسیر کبیر	امام رازیؒ	مطبعہ دائرہ	۱۹۷۱ء	۱۰
۲۰	تاج العروس	سید مرتضیٰ زبیدی	دار الجیل		۱۶
۲۱	تبیین الحقائق	امام زیلعیؒ	مکتبہ امدادیہ ملتان		۶
۲۲	تفسیر جلالین	علامہ سیوطیؒ	مکتبہ علوم دینیہ، بیروت		۸۰۷ صفحے
۲۳	تکملہ فتح الملہم	مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ دار العلوم کراچی	۱۴۲۴ھ	۶
۲۴	تکملہ عمدۃ الرعایہ	مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ	مطبع مجتبائی		۴
۲۵	تفسیر قرآن	مولانا عبدالماجد دریابادی	تاج کمپنی کراچی	۱۹۵۲ء	۱
۲۶	تاریخ قربانی	مفتی محمد شفیع صاحبؒ	ادارۃ المعارف کراچی	۱۹۷۶ء	۸۴ صفحے
۲۷	جامع البیان فی تفسیر القرآن	علامہ ایجیؒ	دار النشر الکتب الاسلامیہ	۱۳۹۶ھ	۲
۲۸	جامع ترمذی	امام ترمذیؒ	ایچ ایم سعید کمپنی	۱۹۸۲ء	۵
۲۹	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحب	مکتبہ دار العلوم کراچی	۱۳۹۵ء	۲
۳۰	حیوانیات	ڈاکٹر محمد رمضان مرزا	اردو اکیڈمی لاہور	۱۹۶۵ء	
۳۱	دائرہ معارف القرآن	فرید وجدی	مطبعہ المصریہ	۱۳۴۷ھ	۱۰
۳۲	ردمحتار	علامہ حصکفیؒ	دار احیاء التراث العربی		۵
۳۳	سنن ابن ماجہ	امام قزوینیؒ	دار احیاء التراث العربی	۱۹۵۴ء	۲
۳۴	سنن نسائی	امام نسائیؒ	ایچ ایم سعید کمپنی		۲

	صحیح بخاری	امام بخاریؒ	اصح المطابع دہلی	۱۹۳۸ء	۲
۳۶	صحیح مسلم	امام مسلمؒ	دارالفکر بیروت	۱۳۹۲ھ	۲
۳۷	عون المعبود	مولانا عظیم شمس آبادی	دارالفکر	۱۹۷۹ء	۱۳
۳۸	عمدۃ القاری	علامہ عینیؒ	دارالفکر، بیروت	۱۹۷۹ء	۱۲
۳۹	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	دارالفکر، بیروت	۱۳۹۰ھ	۱۳
۴۰	فتاوی قاضی خان	قاضی حسن بن منصورؒ	بلوچستان بکڈپو، کوئٹہ	۱۹۸۵ء	۲
۴۱	فقہ الزکوۃ		مؤسسۃ الرسالہ	۱۹۸۱ء	۲
۴۲	فقہی مقالات	مفتی محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز	۲۰۰۴ء	۴
۴۳	کتاب الاحوال	ابن سلام ابو عبید القاسمؒ	ادارہ تحقیقات اسلامی	۱۹۶۸ء	۲
۴۴	کفایۃ المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	دہلی	۱۹۷۷ء	۹
۴۵	کنز العمال	علامہ متقی ہندیؒ	مؤسسۃ الرسالہ	۱۹۷۹ء	۱۶
۴۶	معارف السنن	علامہ بنوریؒ	ایچ ایم سعید کمپنی	۱۳۹۸ھ	۶
۴۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحبؒ	ادارۃ المعارف کراچی		۸
۴۸	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاریؒ	مکتبہ امدادیہ ملتان	۱۹۷۰ء	۱۱
۴۹	نصب الرایہ	علامہ سیوطیؒ	مکتبہ علوم دینیہ بیروت		۸۱۷ صفحے
۵۰	نیل الاوطار	علامہ شوکانیؒ	مطبعہ مصطفیٰ البابی	۱۹۶۱ء	۱۰

بیت العلوم

Bait-ul-Uloom